فون نمبر: 5863260
5862956
مدیر: چوہدری ریاض احمد نائب مدیر: حامد رحمٰن
Email: centralanjuman@yahoo.com
رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532
قیمت فی پرچہ-/10 روپے

جلد نمبر 99 | 12 شعبان تا 12 رمضان المبارک 1432 ہجری یکم تا 31 جولائی 2012ء | شمارہ نمبر 14-13

احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

ارشادات حضرت مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ

اپنی کامیابیوں کو خداشناسی کا ذریعہ قرار دو

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہے کہ عام زندگی اور موت تو ایک آسان امر ہے لیکن جہنمی زندگی اور موت دشوار ترین چیز ہے۔ سعید آدمی ناکامی کے بعد کامیاب ہوکر اور بھی سعید ہوجاتا ہے اور خدا تعالیٰ پر ایمان بڑھ جاتا ہے۔ اس کو ایک مزہ آتا ہے جب وہ غور کرتا ہے کہ میرا خدا کیسا ہے۔ اور دنیا کی کامیابی خداشناسی کا ایک بہانہ ہوجاتا ہے۔ ایسے آدمیوں کے لئے یہ دنیوی کامیابیاں حقیقی کامیابی (جس کو اسلام کی اصطلاح میں فلاح کہتے ہیں) ایک ذریعہ ہوجاتی ہیں۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ سچی خوشحالی سچی راحت دنیا اور دنیا کی چیزوں میں ہرگز نہیں ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ دنیا کے تمام شعبے دیکھ کر بھی انسان سچا اور دائمی سرور حاصل نہیں کرسکتا۔ تم دیکھتے ہو کہ دولت مند زیادہ مال و دولت رکھنے والے ہروقت خنداں رہتے ہیں۔ مگر ان کی حالت جرب یعنیء خارش کے مریض کی سی ہوتی ہے۔ جس کو کھجلانے سے راحت ملتی ہے لیکن اس خارش کا آخری نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ یہی کہ خون نکل آتا ہے۔ پس ان دنیوی اور عارضی کامیابیوں پر اس قدر خوش مت ہو کہ حقیقی کامیابی سے دور چلے جاؤ۔ بلکہ ان کامیابیوں کو خداشناسی کا ایک ذریعہ قرار دو۔ اپنی ہمت اور کوشش پر نازمت کرو۔ اور مت سمجھو کہ یہ کامیابی ہماری کسی قابلیت اور محنت کا نتیجہ ہے بلکہ یہ سوچو کہ اس رحیم خدا نے جو کبھی کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا ہے۔ ہماری محنت کو بادور کیا۔ ورنہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ صدہا طالب علم آئے دن امتحانوں پر فیل ہوتے ہیں۔ کیا وہ سب کے سب محنت نہ کرنے والے اور بالکل غبی اور بلید ہی ہوتے ہیں؟ نہیں بلکہ بعض ایسے ذکی اور ہوشیار ہوتے ہیں کہ پاس ہونے والوں میں سے اکثر کے مقابلہ میں ہوشیار ہوتے ہیں۔ اس لئے واجب اور ضروری ہے کہ ہر کامیابی پر مومن خدا تعالیٰ کے حضور سجداتِ شکر بجالائے۔ کہ اس نے محنت کو اکارت تو نہیں جانے دیا۔ اس شکر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ سے محبت بڑھے گی اور ایمان میں ترقی ہوگی۔ (ملفوظات احمدیہ)

افضل الرسل

سورۃ آل عمران جز و تیسری میں مفصل یہ بیا ہے کہ تمام نبیوں سے عہد و اقرار لیا گیا کہ تم پر واجب و لازم ہے کہ عظمت و جلالیت شان ختم الرسل پر جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایمان لاؤ اور ان کی اس عظمت اور جلالت کی اشاعت کرنے میں بدل و جان مدد کرو۔ اسی وجہ سے حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر تا حضرت مسیح کلمۃ اللہ جس قدر نبی و رسول گذرے ہیں وہ سب کے سب عظمت و جلالیت آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کرتے آئے ہیں۔ (سرمہ چشم آریہ)

بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنخضرت کے کمالات قدسیہ سے شریک و مساوی نہیں ہوسکتا بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور کو آنخضرت کے کمالات سے کچھ نسبت ہو۔

(براہین احمدیہ)

اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے خدا تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ (براہین احمدیہ)

(ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے رسول تمام رسولوں سے بہتر اور تمام مرسلین سے افضل خاتم النبین اور ہر آنے والے اور گذرے ہوئے انسان سے افضل ہیں (مرتب)

ایک کامل انسان اور سید الرسل کہ جس سا کوئی پیدا نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ دنیا کی ہدایت کے لئے آیا اور دنیا کے لئے اس روشن کتاب کو لایا جس کی نظیر کسی آنکھ نے نہیں دیکھی۔ (براہین احمدیہ)

وجودِ باجود آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر یک نبی کے لئے متمم اور مکمّل ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم ص ۲۶۳ حاشیہ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ باجود سے انبیاء علیہم السلام کو ایسی ہی نسبت ہے جیسے کہ ہلال کو بدر سے ہوتی ہے۔

(الحکم ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء)

خطبہ جمعہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع سالانہ تربیتی کورس مورخہ 06-07-2012 بمقام جامع دارالسلام، لاہور

اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا۔ ان لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا نہ ان کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے۔

میں نے سورۃ فاتحہ آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اور اس کا ترجمہ پڑھ کر سنایا ہے۔

جیسا کہ آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ قرآن کریم کی سب سے پہلی سورۃ ہے اور یہ وہ سورۃ ہے جس کو رسول کریم صلعم اپنے تمام خطبات میں پڑھتے تھے۔ اگر ہم قرآن کریم کو ترتیب نزول سے دیکھیں تو پہلی سورۃ جو نازل ہوئی وہ سورۃ ''العلق'' ہے اور اس کا سب سے پہلا لفظ ''اقراء'' ہے یعنی ''پڑھ''۔ اور اگر اس کو میں تربیتی کورس کے لئے مضمون بناتا تو وہ بھی مناسب ہوتا۔ لیکن میں نے آج کے خطبہ کے لئے سورۃ فاتحہ کا انتخاب کیا ہے اور یہ سورۃ ترتیب کے حوالہ سے قرآن کی سب سے پہلی سورۃ ہے جس سے قرآن کریم کا آغاز ہوتا ہے اور پہلا لفظ جو اس ترتیب میں اللہ تعالیٰ نے رکھا وہ ''الحمد'' ہے وہاں ''اقراء'' پہلا لفظ ہے جس کی بہت اہمیت ہے کیونکہ اگر پڑھا نہ جائے تو تعلیم ادھوری رہ جاتی ہے۔ اسی طرح بغیر حمد کیے خدا تعالیٰ کے ساتھ وہ تعلق جو انسان کی زندگی کا واحد مقصد ہے وہ ادھورا رہ جاتا ہے اور صحیح طور پر سوچا جائے تو ممکن ہی نہیں کہ الحمد کے بغیر خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکے، اس کی دوستی نصیب ہو سکے اور اپنی زندگی کا وہ مقصد ''ابدیت'' حاصل ہو سکے جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔

الحمد کا مفہوم

الحمد کو بہت سے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اور جیسے ہم اس کو استعمال کرتے ہیں اس کے لحاظ سے اس کے بہت سے مفہوم نکلتے ہیں اور ان میں سے تعریف کا پہلو نمایاں ہے۔ اور قرآن کریم کو شروع کرنا اور پھر ''الحمد للّٰہ'' سے شروع کرنا انسان کو یہ تصور دلاتا ہے کہ یہ اتنی عظیم کتاب جو تمام عالمین، تمام انسانیت کے لئے **آخری پیغام** بن کر آئی۔ ایک ایسے نبی کے ذریعہ **جو تمام جہانوں کے نبیوں میں آخری نبی قرار دیا گیا جس کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہ آئے گا** تو یہ ''الحمد'' سے جب ابتداء ہوتی ہے تو ضرور اس کی کوئی اہمیت، کوئی راز، کوئی وجہ ہوگی۔ اگر ہم الحمد کو تعریف کے مفہوم میں لیں تو پھر ہم جتنی بھی تعریف اللہ تعالیٰ کی کریں اس کا حق ادا نہیں کر سکتے جتنی اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جاسکتی ہے اور جو ہمیں کرنی چاہیے۔

دوسرا مفہوم الحمد کا اللہ تعالیٰ کی ''رضا'' ہے اور **تیسرا مفہوم** ''اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے'' ان پہلوؤں پر ہم سوچ سکتے ہیں کیونکہ بندے کو اللہ تعالیٰ کی تعریف اور شکر ہر حال میں کرنا ہوتا ہے، وہ کرنا چاہیے، چاہے وہ اچھے دنوں میں سے گذر رہا ہو، بُرے دنوں میں سے گذر رہے ہو یا اس کو کوئی بھی آزمائش آئی ہو اس میں اس نے ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا ہے، چاہے عسر ہو، چاہے یسر ہو۔

اور اسی لئے ایک طرح سے انسان ہر حال میں اللہ کی بندگی کا اعتراف کرتا ہے۔ اس کی رضا کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ اللہ کی رضا ہے کہ کسی فرد پر مشکل گھڑیاں آئیں، ہم پر مشکل گھڑیاں آئیں، اس جماعت پر مشکل گھڑیاں آئیں یا ہمارے ملک پر مشکل گھڑیاں آئیں تو ہم کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی رضا ہے اور ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے اور تمام موجودات کا خالق بھی ہے اور رازق بھی ہے۔ اس نے یہ تمام چیزیں بنائیں اور پھر ان کو رزق بھی مہیا کیا اور اسی

کی ہستی اس لائق ہے، اور اسی کے آگے انسان اپنا مکمل طور پر سر جھکا سکتا ہے، اور اس کی عظمت بیان کرسکتا ہے اس کے علاوہ کوئی اس کے لائق نہیں کہ اس کی تعریف کی جائے ، اس کی حمد کی جائے یا اس کی عبادت کی جائے اسی سے اپنی تمام ضروریات مانگنی ہیں، اسی کی عبادت کرنی ہے اور ہر قسم کے شرک کو اپنے دل سے نکالنا ہے اور اسی کی دوستی اور قرب کی تمنا رکھنی ہے۔ اور یہ طلب ہمیشہ اپنے اندر رکھنی ہے کہ **''کاش اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا قرب دے دے''** اور اس کا ذریعہ جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی الحمد ہے اور یہ سورۃ اسی لئے ہر نماز کا اہم حصہ ہے اور اس کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی اسی وجہ سے رسول کریم صلعم نے ہر خطبہ اس کو پڑھ کر شروع کیا اور جتنا شکر انہوں نے ادا کیا اس کو ہم نہیں پہنچ سکتے۔

اگر ہم مثال کے طور پر کوئی چیز لے لیں جو کسی نے آپ کو تحفہ میں دے دی ہو۔ تو یہ ہمارا اخلاق سمجھا جائے گا کہ اس تحفہ کے دینے والے کا شکر ادا کریں۔ یہ ہمارا اخلاق بن جاتا ہے کہ کوئی تحفہ قبول کریں تو اس کا شکریہ ادا کردیں۔ لیکن دوسری طرف سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ ہم اندر کی گہرائیوں سے، روح کی گہرائیوں سے اس ذات کا بھی شکر ادا کریں جس نے ہمیں یہ سر دیا ہے جس کے اوپر ہم ٹوپیاں پہن کر پھرتے ہیں۔ تو اس کا شکر ہمارا فرض بن جاتا ہے اور دینے والے کا شکر ہمارا اخلاق بن جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ کی شکر گذاری کی کوئی حد نہیں

مولانا نورالدین رحمتہ اللہ علیہ کا ایک اصول یہ تھا کہ وہ سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرتے وقت الحمد للہ کہنے کے بعد آپ کچھ دیر رُک جاتے یعنی کہ Pause وقفہ کرتے۔ وہ ایسا کیوں کرتے تھے؟ اس دوران وہ جلدی سے ان چیزوں کا خیال کرتے تھے جو خدا تعالیٰ نے ان کو دی ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر اس طرح دل کی گہرائیوں سے کرتے اور اگر کسی آزمائش میں سے گزر رہے ہوتے تو پھر بھی اس کا شکر ادا کرتے اور اللہ کی رضا تسلیم کرتے۔

حضرت سعدیؒ اپنی ایک نظم میں فرماتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے: ''کسی کو پتہ نہیں ہوتا کہ یہ سانس جو اندر جا رہا ہے یہ آخری سانس ہو اور یہ سانس جو باہر آ رہا ہے وہ آخری سانس ہو۔ اس لئے ہر سانس کے ساتھ اللہ کا شکر ادا کرو۔

خدا تعالیٰ کی جو شکر گذاری ہے اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ اگر ہم ہر لحہ صرف ''اللہ تیرا شکر ہے، اللہ تیرا شکر ہے'' ہی کہتے رہیں اور اپنی زندگی یونہی بسر کرلیں تو پھر بھی ہم اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرسکتے۔ تو مولانا نورالدین رحمتہ اللہ علیہ اثناء میں سوچتے تھے کہ اللہ کی میرے اوپر کیا کیا عنایات ہیں، اور کیا کیا تکلیفیں اور آزمائشیں مجھ پر چل رہی ہیں جن کے ہوتے ہوئے بھی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس لئے میں اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرتا ہوں کہ ہر جزاء سزا کا مالک وہی ہے۔ اور اگر دکھوں میں تھے تو اس دکھ میں وہ تسلی پاتے تھے کہ میں نے اس حالت میں بھی اللہ کا شکر ادا کیا ہے۔ اور ایک مثال بیان کرتے ہیں کہ والدہ کی میت پڑی تھی اور نماز جنازہ ادا کر رہے تھے اور ان کے منہ سے یہ لفظ الحمد للہ نکل نہیں پا رہا لیکن جب آپ نے الحمد للہ کہہ دیا تو اللہ نے ان کا بوجھ ان کے سر سے فوراً اٹھالیا۔

الحمد اللہ کے مختلف پہلو

الحمد للہ ایسے ادا کیا جائے کہ جیسے ہم نے اللہ تعالیٰ کو اپنا مالک جان لیا، وہ جو ہم کو دکھ پہنچا ہے ہم نے قبول کرلیا ہے۔ اس کے علاوہ ہم اگر کچھ اور پہلو الحمد للہ کے دیکھیں تو جو مصائب آتے ہیں وہ گناہ کا کفارہ کہلاتے ہیں اور گناہوں کا کفارہ حاصل ہو جائے تو وہ بھی شکر کا مقام ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''کہ اگر آپ آزمائے نہ جائیں تو آپ اس شک میں پڑ جائیں کہ میرے اندر کیا خامی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آزمائش کے قابل نہیں سمجھتا'' یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جو آزمائش آتی ہے۔

ہمیں ہر حالت میں الحمد للہ کہنا چاہیے، تکالیف میں آپ کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اور ہم تکالیف میں الحمد للہ کہہ کر گناہوں کی معافی پانے پر اللہ کا شکر ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ اور کسی چھوٹی آزمائش آنے سے کہتے ہیں کہ بڑی آزمائش ٹل گئی۔ جب کچھ ہو رہا ہوتا ہے آزمائش کی راہ میں تو بہت کچھ نہیں بھی ہو رہا ہوتا۔ اس لئے ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں

کیونکہ اسلام شرک سے پاک مذہب کا نام ہے۔ بائبل میں رسول کریم صلعم کے متعلق پیشگوئی میں آیا ہے کہ وہ حسد کرنے والے خدا کا ماننے والا ہوگا یعنی اس خدا کا ماننے والا جو اپنے ساتھ شریک ٹھہرانے کو سخت برا جانتا ہے اور ہر چیز معاف کردیتا ہے لیکن شرک کو معاف نہیں کرتا اور دیکھا جائے تو رسول کریم صلعم اور حضرت

ابراہیم علیہ السلام تمام عمر شرک سے بیزاری کا سبق دیتے رہے اور اللہ لاشریک پر ایمان رکھا۔ اس لئے جب ہم الحمد للہ کہیں چاہے کسی بھی حال میں خدا کی تعریف کے لئے، اس کی شکرگذاری کے لئے، اس کی رضا کے آگے اپنا سر جھکانے کے لئے، **اپنے دماغ میں صرف خدا کو رکھ کر ہم اس کا شکر ادا کریں۔**

قرآن کی سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 44 میں آتا ہے:

ترجمہ: ''ساتوں آسمان اس کی تسبیح کرتے ہیں، اور زمین، اور جو کوئی ان کے اندر ہیں (وہ بھی) اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ وہ تحمل والا بخشنے والا ہے''۔

اللہ کی تعریف اس کی تخلیق کی تعریف کے ذریعہ

آسمان ہو، زمین ہو جو بھی چیزیں اس کے اندر پائی جائیں سب اللہ کی تعریف کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو کائنات بنائی ہے اسی سے اللہ تعالیٰ نظر آتا ہے۔ اس لئے جب ہم کسی چیز کی تعریف کرتے ہوں جو کسی نے بنائی ہو مثلاً تصویر ہو۔ ہم اس کے سامنے کھڑے ہو کر گھورتے رہتے ہیں، اس کی تعریف کرتے رہتے ہیں، بالواسطہ ہم اس آرٹسٹ کی تعریف کر رہے ہوتے ہیں جب آپ اس کی تصویر کی تعریف کر رہے ہوتے ہیں۔ ہر کوئی اس قابل بھی نہیں ہوتا کہ وہ کسی تصویر کی تعریف کر پائے۔ آپ اگر کسی چیز کی تعریف کریں تو اس کے بنانے والے کی تعریف خود ہو جاتی ہے۔ اس لئے آپ اپنا اگر یہ معمول بنا لیتے ہیں کہ آپ چیزوں کی تعریف کرتے ہیں اس نظریے سے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے تو آپ بالواسطہ اللہ کی تعریف کر رہے ہوتے ہیں۔

رب العالمین کا مفہوم

قرآن کریم کے شروع میں جب الحمد للہ رب العالمین آ جاتا ہے تو العالمین کے بہت سے معنی ہیں۔ مفسرین کہتے تھے کہ ہمارا جسم بھی عالمین ہے، چرند پرند نباتات بھی عالمین ہیں۔ اب سائنس اس Stage پر پہنچ گئی ہے کہ وہ کہتی ہے کہ Universe نہیں بلکہ Multi Verse ہے یعنی ایک ہی عالم نہیں بلکہ ان گنت عالمین ہیں۔ قرآن نے رب العالم نہیں بلکہ رب العالمین کہہ کر یہ واضح کر دیا کہ جوں جوں سائنس ترقی کرے گی بہت سے عالمین ملیں گے جن کا رب اللہ ہے۔

ایک سورج جس کو ہم دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس سورج کو اتنا ہی بنایا ہے جو ہماری زندگی کو قائم رکھ سکتا ہے، اس کو ہمارے سے اتنا ہی دور رکھا ہے کہ ہم سب جھلس کر مر نہ جائیں اور نہ جم کر مر جائیں۔ پہلے ہم سمجھتے تھے کہ سورج کتنی بڑی چیز ہے اس سے کیا چیز بڑی ہوگی۔ اب پتہ چلا کہ ہمارا سورج لاکھوں سورجوں کی طرح ہے جو اللہ نے بنائے اور یہ ان سب میں سے سب سے چھوٹا ہے۔ کوئی اپنے رب کی تعریف کہاں تک کر سکتا ہے اس کی انتہا نہیں ہے۔

رسول کریم صلعم نے اللہ کی حمد کا معیار قائم کیا

اگر ہمارے پاس معیار Yard stick ہے تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کیں وہ ہمارا Yard Stick ہے۔ اور وہ تعریف کرنے میں جب انتہاء میں پہنچے تو اسی رشتے سے ان کا نام جو **''احمد''** تھا اس کو انہوں نے Fully Justify کیا کہ واقعی یہ احمد ہے اور اگر ہم قرآن میں پچھلے دنوں سے حوالہ دیئے آ رہے ہیں کہ **سورۃ الصف** کی آیت 6 میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ **''ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد ہوگا''** لیکن کتنی بدنصیبی کی بات ہے کہ اب بھی ایسے لوگ ہیں جو یہ کہتے چلے آ رہے ہیں کہ وہ احمد تو مرزا غلام احمد تھے۔ لیکن جو چیز میرے ذہن میں آتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صرف یہ نہیں بتایا کہ اس کا نام احمدؐ ہوگا بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ اس کی کوالٹی کیا ہوگی۔ اور پھر دنیا نے دیکھا کہ واقعی آنے والا احمد تھا۔ اور احمدؐ نے ثابت کر دیا کہ وہ صرف نام کا احمد نہیں بلکہ کردار کا بھی احمدؐ ہے۔

اللہ کی تعریف کیسے کی جائے؟

الحمد للہ کہہ کر اس کی تعریف کا حق کیسے ادا ہو؟ یہ کسی بادشاہ کی تعریف نہیں ہے، کسی ٹیچر کی تعریف نہیں ہے، وقتی طور کے فائدے نکالنے والے کی تعریف نہیں ہے۔ یہ وہ تعریف ہے **جس میں ہماری زبان کے ساتھ ہمارا دل، دماغ اور روح ملے۔** یہ نہیں ہے کہ ہم نے صرف زبان سے کہہ دیا کہ **''یا اللہ تو بہت عظیم ہے''** اس کی عظمت سے ہمارے دل یہ محسوس کریں کہ ہم کس کی

پیغام رمضان المبارک

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ترجمہ: "رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی اور حق اور باطل کو الگ کردینے کی کھلی دلیلیں ہیں"۔ (سورۃ البقرہ، آیت 185)

اس شمارے کے شائع ہونے تک رمضان المبارک شروع ہو چکا ہوگا۔ ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ایک مرتبہ پھر اپنی عبادات کرنے اور اپنی قربت فراہم کرنے کا موقع عطا فرمایا۔

اللہ ہمارا خالق ہے اور ہمیں یہ چیز ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ وہ اپنے صحیفوں اور کتابوں کے ذریعہ ہمیں اپنی زندگیاں صحیح راستہ پر چلانے کی ہدایت فراہم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام قرآن کریم کے ذریعہ ہم تک رسول کریم صلعم کے ذریعہ پہنچا دیا گیا۔ اس پر عمل کرنا ہم سب پر فرض ہے اور اس کے بغیر ہماری زندگی بے مقصد رہ جاتی ہے۔ ہم اکثر بھول جاتے ہیں کہ ہمارے اندر اللہ نے روح رکھی ہے جس کی پاکیزہ حالت ہمیں خدا کی قربت فراہم کرتی ہے۔ اللہ نے ہمارا خالق ہونے کی وجہ سے ہمیں ہدایت دی ہے کہ ہم اپنی زندگیاں کیسے بسر کریں تاکہ ہماری روح نفس المطمئنہ کہلانے کے قابل ہو جائے۔

ہم روزمرہ کی زندگی میں چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی بغیر ان کے ہمراہ آنے والی ہدایت کی کتاب کو پڑھنے کے بغیر استعمال میں نہیں لاتے۔ ایک لمحہ کے لئے سوچیں کہ ہم اپنی زندگی کی مشین کو کیسے بغیر قرآن کریم جو ان زندگیوں کے چلانے کے لئے ہدایت ہے۔ اس کے پڑھے بغیر چلا سکتے ہیں۔

اس ماہ مبارک میں ہم سب کو تہیہ کرنا چاہیے کہ ہم نہ صرف قرآن کریم کی تلاوت کریں بلکہ اس کے اپنی اپنی زبانوں میں ترجمہ بھی پڑھ کر اللہ کے احکامات پر غور کریں اور اپنی زندگیاں اس کی روشنی میں ڈھال دیں۔ جہاں ہم اپنے گھر اور اپنے رشتہ داروں اور محدود خواہشات کے لئے دعائیں مانگیں وہاں پاکستان اور تمام دنیا کے لئے امن اور خداشناسی کے لئے بھی دعائیں کریں۔ میری دعا ہے کہ اس ماہ مبارک کے نتیجہ میں اللہ ہمیں پاکیزگی اور تقویٰ عطا فرمائے۔ آمین

عظمت بیان کررہے ہیں پھر ہمارے دل پر اثرات ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ دل اور روح دونوں جب تک زبان کے ساتھ نہیں ملتے ہم اس کو حمد نہیں کہہ سکتے۔ الفاظ کہہ سکتے ہیں۔ اور **حقیقی تعریف تب ہی ممکن ہے جب ہم ہر غیر کی محبت کو اپنے دلوں میں سے نکال نہ دیں** اور صرف اور صرف اسی کی محبت ہو جو انسان کے دل میں آگ کی طرح بھڑک رہی ہو۔

حضرت مرزا غلام احمد مجدد صد چہاردہم نے فرمایا ہے کہ اللہ کو اپنی تعریف کروانے کی ضرورت نہیں۔ وہ تمام تعریف اللہ بندے کو ہی لوٹا دیتا ہے اور اس طرح بندے کو اپنی قربت عطا فرماتا ہے۔

مثال کے طور پر اگر ہم خدا کو پاک کہتے ہیں اور اس کی پاکیزگی ہم اس طرح بیان کرتے ہیں کہ **اس سے پاک اور کوئی ہے ہی نہیں** اور ساتھ یہ تصور کرتے ہیں کہ **مجھ سے ناپاک اور کوئی ہے ہی نہیں**۔ اللہ کو پاک تو سب ہی کہتے ہیں لیکن اپنے آپ کو برا بہت کم کہیں گے، اپنی کوتائیوں پر نظر نہیں ہوگی، دوسرے کی کوتائیوں پر نظر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں اور **اپنی تمام کمزوریوں کو سامنے لاتے ہوئے اس کی پاکیزگی جب ہم بیان کریں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہوگا** وہ آپ کی طرف لوٹا دے گا اور جب وہ پاکیزگی آپ کی طرف لوٹ کر آئے گی تو پھر آپ کی روح پاک ہوتی جائے گی۔ تو اس طرح یہ جو روحانی رشتہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ پختہ سے پختہ تر ہوتا جائے گا۔ **یہی وجہ تھی کہ جب رسول کریم صلعم کی حمد باری تعالیٰ انتہاء کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ اس تمام تعریف کو انہی پر لوٹا کر ان کو محمدؐ (تعریف کیا گیا) بنا دیا۔**

حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ "دنیا کے تمام سمندروں کے پانی اکٹھے کر دیئے جائیں اور ان میں ایک سوئی ڈبوئی جائے تو اس کی نوک پر جو پانی لگے گا وہ ہماری دنیا ہے۔ اس کائنات کے مقابلہ میں جو تمام سمندروں کے پانی کے مانند ہے تو اندازہ لگائیں کہ ہماری کیا حیثیت ہے؟

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم حمد کا مفہوم سمجھیں اور اللہ کی وہ تعریف بجا لائیں جو اس کے لائق ہو اور جس کو وہ قبول بھی فرمائے۔ آمین

برکات رمضان المبارک

تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مورخہ 28-08-1913

فرمایا عبادات دو قسم کی ہوتی ہیں۔عبادت مالی اور عبادت بدنی۔ مالی عبادتیں تو اس کے لئے ہیں جس کے پاس مال ہو اور جس کے پاس نہیں وہ معذور ہے۔ بدنی عبادتیں بھی انسان جوانی میں کر سکتا ہے۔ ورنہ ساٹھ سال کے بعد طرح طرح کے عوارض لاحق ہو جاتے ہیں اور جو کچھ انسان جوانی میں کر لیتا ہے اس کی برکت بڑھاپے میں ہوتی ہے اور جس نے جوانی میں کچھ نہیں کیا اسے بڑھاپے میں بھی صد ہا رنج برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

موئے سفید از اجل آرد پیام

اس لئے چاہیے کہ جب استطاعت خدا کے فرائض بجالاوے۔ روزہ کے بارہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ''اور روزہ رکھنا تمہارے لئے خیر و برکت ہے'' ایک بار میرے دل میں آیا کہ یہ فدیہ کس لئے مقرر ہے تو معلوم ہوا کہ اس لئے ہے کہ اس سے روزہ کی توفیق ملے۔ خدا ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے۔ اور ہر شے خدا ہی سے طلب کرنی چاہیے وہ قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی طاقت روزہ عطا کر سکتا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ ایسا انسان جب دیکھے کہ روزہ سے محروم رہا جاتا ہوں تو دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے۔ میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ رہوں یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ کر سکوں۔ اس لئے اس سے توفیق طلب کرے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے قلب کو خدا توفیق بخش دے گا۔

اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینے میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا اسے محروم نہیں رکھتا اور اس حالت میں اگر رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہو جاتی ہے کیونکہ ہر ایک کام کا مدار نیت پر ہے جو شخص روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا۔ اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے۔ تو فرشتے اس کے لئے روزہ رکھیں گے۔ بشرطیکہ وہ بہانہ نہ ہو۔ اور خدا تعالیٰ ہرگز اسے ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔ اگر کسی شخص پر اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے روزہ گراں ہے۔ اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہو گا اور وہ ہو گا۔ تو ایسا آدمی جو خدائی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے۔ کب ثواب کا مستحق ہو گا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور اس کا منتظر ہی تھا کہ آوے اور روزے رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزہ سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت سے لوگ بہانہ جو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ جیسے وہ اہل دنیا کو دھوکا دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دے لیتے ہیں۔ بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش لیتے ہیں اور تکلفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح قرار دے لیتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک وہ صحیح نہیں ہیں۔ تکلف کا باب تو بہت وسیع ہے اگر انسان چاہے تو اس کے رو سے

ساری عمر بیٹھ کر ہی نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے مگر خدا تعالیٰ اس کی نیت اور اس کے ارادے کو جانتا ہے اگر اس کے دل میں درد ہے۔ خدا تعالیٰ اسے اصل ثواب سے زیادہ ثواب دیتا ہے کیونکہ درددل ایک قابل قدر شے ہے۔ حیلہ جو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں۔ جب میں نے چھ ماہ کے روزے رکھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا کشف میں ملا اور انہوں نے کہا کہ تو نے کیوں اپنے نفس کو مشقت میں ڈالا ہوا ہے۔ اس سے باہر نکل اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کر کے اسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہے مگر جو لوگ تکلف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم رکھتے ہیں خدا ان کو دوسری مشقت میں ڈالتا ہے اور نکالتا نہیں۔ دوسرے جو خود مشقت میں پڑے ہیں ان کو وہ آپ نکالتا ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ اپنے نفس پر آپ شفقت نہ کرے۔ بلکہ ایسا بنے کہ خدا تعالیٰ اس کے نفس پر شفقت کرے کیونکہ انسان کی شفقت اس کے نفس پر اس کے واسطے جہنم ہے اور خدا کی شفقت جنت۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ پر غور کرو کہ جو آگ میں گرنا چاہتا ہے اسے خدا آگ سے بچاتا ہے اور جو خود آگ سے بچنا چاہتا ہے وہ آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ یہی رسم ہے اور یہ اسلام ہے کہ جو کچھ خدا کی راہ میں پیش آوے اس کا انکار نہ کرے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عصمت کے فکر میں خود لگتے تو واللہ یعصمک امن الناس آیت نازل نہ ہوتی۔ حفاظت الٰہی کا یہ سر ہے اور روزوں کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان کی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور مکالمات الٰہیہ کا شرف بھی اسے مل سکتا ہے۔

☆☆☆☆

زکوٰۃ

رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہونے والا ہے۔ صاحب حیثیت لوگوں پر خدا اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مطابق زکوٰۃ فرض ہے اور شریعت قرآن کے حکم کے مطابق اڑھائی فی صد زکوٰۃ ادا کرنا ہر صاحب نصاب پر فرض ہے۔

تمام احباب جماعت جو نصاب زکوٰۃ کے زمرے میں آتے ہیں۔ ان سے درخواست ہے کہ وہ اپنی زکوٰۃ خزانہ انجمن میں جمع کروا کر شکریہ کا موقع دیں۔ انجمن کے خزانہ میں جمع زکوٰۃ حکم قرآن کے مطابق غرباء، یتامیٰ، مساکین، بیوگان وغیرہ پر خرچ کی جاتی ہے۔

امید ہے آپ جلد از جلد اس فرض کو ادا کریں گے اور اپنی زکوٰۃ خزانہ انجمن میں جمع کرائیں گے۔

والسلام

عامر عزیز
جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن لاہور

انتخاب از پیغام صلح ۲ جولائی ۱۹۱۶ء

شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن

ماہ مبارک کی آمد آمد ہے۔ اور طالبان حق کی روحیں ان بیشمار فضلوں اور رحمتوں کے لئے جو اس مبارک مہینہ میں خاص طور پر بارگاہ ایزدی سے دنیا پر نازل ہوں گی ابھی سے اپنے دامن دعا و التجا کو پہلے سے زیادہ وسیع کر کے انہیں جذب کر لینے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ فی الحقیقت بہت ہی مبارک ہے وہ انسان جو اس پاک مہینہ کی برکات سے کماحقہ فائدہ اٹھائے اور مخلوق خدا کی بھلائی کا باعث ہو۔

یوں تو دنیا میں ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں جو کھانے پینے کو ایک خاص وقت تک کے لئے ترک بھی کر سکتے اور کرتے ہیں۔ بہت ہیں جو دن کو روزہ رکھنے کے بعد رات کو لمبی لمبی نمازیں پڑھتے اور رات بھر کھڑے رہ کر قرآن کریم سنتے یا دوسروں کو سناتے ہیں۔ لیکن بہت کم ہیں وہ لوگ جو اس کھانے پینے کو ترک کرنے اور رات بھر کھڑا رہنے کی اصل حقیقت و غرض و غایت کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان باوجود نمازیں پڑھنے اور روزہ رکھنے کے پھر بھی بدیوں میں ویسے ہی مہنمک اور برے کاموں میں دوسروں سے بڑھ چڑھ کر حصہ دار ہیں۔ ورنہ نماز اور پھر بدیوں کی طرف میلان یہ دو متضاد باتیں ہیں۔

جو شخص نماز کو واقعی طور پر نماز سمجھ کر ادا کرے اور ارشاد نبوی کے مطابق نماز میں گویا اس کی وہ حالت ہو کہ جیسے گویا وہ خدا کو دیکھتا ہے یا کم از کم اس کے دل میں اس بات کا ہی یقین کامل ہو کہ گویا خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔ وہ پھر بھی بدیوں اور بدکاریوں کی طرف رجوع کر سکے۔ اور ان میں کسی طرح بھی مہنمک ہو سکے۔ ایسا ہی حال روزہ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں کہ قرآن کا نزول ہوا۔ گویا وہ شریعتہ کاملہ جو کہ کل ہدایتوں کی جامع اور تمام نیک کاموں کی رہبر ہے ہاں وہ کامل کتاب جس نے عرب جیسے ملک میں جہاں بدیوں اور بدکاریوں کا اس قدر عروج تھا کہ دنیا کے کسی حصہ میں کبھی ایسا زور بدیوں کا نہیں ہوا ان سب کو یوں جڑ سے کاٹ دیا کہ ان کا نام ونشان تک باقی نہ چھوڑا۔ رمضان کا مہینہ اس کے نزول کی گویا سالگرہ ہے جو ہمیں ہر سال اس کے تتبع اور پیروی کی ترغیب دلا کر برائیوں سے روکتی اور نیکیوں کی طرف لے جاتی ہے۔ یوں تو رمضان شریف کا ایک ایک دن انہیں نیک اور پاک ترغیبات کا منبع و ماخذ ہے لیکن وہ پاک اور بزرگ رات جو شب لیلتہ القدر کے نام سے موسوم اور نزول قرآن کی خاص تاریخ بتائی جاتی ہے اس کا عظمت و بزرگی میں دوسری تمام راتوں سے بڑھ چڑھ کر ہونا یہاں تک کہ کلام مجید میں اسے لیلتہ القدر خیر من الف شہر ہزار راتوں سے بھی بڑھ کر بتایا جانا یہ بھی ہمارے اس بیان کی تصدیق کرتا اور اس اصل غرض و غایت کو بتاتا ہے جو رمضان شریف کے مہینہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔ بھلا وہ پاک اور کامل کتاب جو کل دنیا جہان کی راہنمائی کا موجب تمام اولین و آخرین کا ملجا و مادی اور تمام شرائع و ہدایات کی جامع کتاب ہے جس کی خیر و برکت کا زمانہ کوئی محدود زمانہ نہیں بلکہ اس کی برکات دائمی ہیں جو کبھی ختم نہ ہوں گی۔ اس کی پیروی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمام جہاں کے واسطے ضروری ٹھہرائی گئی اور اس کے پیروؤں کو خیر امم کے معزز لقب سے پکارا گیا۔ یہ کبھی ہو سکتا ہے کہ اس کی تاریخ نزول کا آنا کوئی معمولی سی بات ہو۔ اور اس کا کوئی خاص اثر دنیا پر نہ ہو۔ نہیں بلکہ جس طرح سے اس مجموعہ ہدایت کا فیض دائمی اور ہمیشہ کے لئے ہے۔ جس طرح سے یہ ہر زمانہ اور ہر ملک کے لوگوں کے لئے یکساں طور پر باعث رحمت و برکت ہے ویسے ہی وہ پاک مہینہ اور بالخصوص وہ عظیم الشان رات جبکہ یہ کلام مجید اس نبی امی صلعم کے قلب مطہر پر نازل ہو کر ہدایت و رحمت کا باعث ہوا ہر زمانہ اور ہر ملک میں سال کے سال خاص الٰہی افضال کے ساتھ دنیا پر وارد ہوتی اور خدا تعالیٰ کے پاک بندوں کے قلوب کو ان سے معمور کر دیتی ہے۔

حدیث نبوی صلعم میں آیا ہے۔ ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ صلعم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ اور رمضان میں تو جب جبریل آپ سے ملا کرتے آپ زیادہ سخی ہوتے اور جبریل رمضان کی ہر رات کو آپ سے ملا کرتے۔ پھر آپ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے غرض رسول اللہ صلعم بھلائی کے پہنچانے میں چلتی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے“

اس حدیث میں بھی ہمیں صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ رمضان شریف کو

قرآن کے ساتھ کیسا گہرا تعلق ہے۔ کہ جبریل رمضان کے مہینہ میں ہر رات نازل ہو کر رسول اللہ صلعم کے ساتھ قرآن کا دور فرماتے تھے لیکن کیا قرآن کریم کے دور سے مراد صرف اس کا پڑھ یا سن لینا ہی ہے اور اسے اور کسی بات سے مطلب نہیں۔ میرے خیال میں اگر اس سے صرف اسی قدر مطلب لیا جائے تو یہ نہ صرف قرآن کریم کی ہی اصل غرض و علت نمائی کو نظر انداز کر دینا ہوگا بلکہ خود رسول اللہ صلعم اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھی نعوذ باللہ ایک لغو کام کا مرتکب قرار دینا پڑے گا۔ پھر کیا غرض تھی اس دور کی جو جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلعم کے ساتھ رمضان کے مہینہ میں کیا کرتے تھے۔ حدیث شریف کے الفاظ خود اس غرض اور اس کے نتیجہ کو واضح کر رہے ہیں۔ جو رسول اللہ صلعم کے افعال سے ظاہر ہوتا تھا۔ یعنی یہ کہ رسول اللہ صلعم بھلائی کے پہنچانے میں ان دنوں چلتی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے۔ یہ الفاظ ہمیں کیا سبق دیتے ہیں۔ اور کس اعلیٰ نتیجہ اور مقام کی طرف لے جاتے ہیں یہی کہ ہم بھی رسول اللہ صلعم کے اس پاک نمونہ کی پیروی کریں۔ قرآن کریم کو نرا نمازوں میں ہی سن لینے یا خود تلاوت کرنے پر اکتفا نہ کریں بلکہ اپنے مال سے اپنے علم سے اپنی جان سے اور اپنے ہر ایک اعضاء جوارح سے سخاوت کا کام لیں اور جس طرح سے ہو سکے مخلوق خدا کی بھلائی کا باعث ہوں۔ قرآن کریم کو سن کر اس کے اوامر و نواہی پر خود بھی عمل کریں اور دوسروں کو بھی اس کی طرف بلائیں اور رمضان شریف کی برکات و فضائل سے علمی طور پر لیں۔

رمضان شریف کا ذکر کرتے ہوئے اور روزوں کی فرضیت کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے جو یہ ذکر فرمایا کہ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن یعنی بالفاظ دیگر رمضان شریف کی یہ فضیلت بتائی کہ اس میں قرآن کریم کا نزول ہوا۔ تو ساتھ ہی خود قرآن کریم کے فضائل کو بھی نہایت لطیف پیرایہ میں صرف ایک ہی جملہ میں بیان فرمایا۔ فرمایا ھدی للناس وبینت من الھدی والفرقان ۔قرآن وہ کامل کتاب ہے جو کل دنیا جہان کے لوگوں کے لئے ہدایت نامہ ہے۔ اس میں ہدایت کے واضح دلائل بھی ہیں۔ اور وہ حق و باطل میں تمیز بھی کرا دینے والی ہے۔ یہ تصریحات جو قرآن کے متعلق کی گئی ہیں۔ یہ کیوں کیں۔ کیا صرف اس لئے کہ ہم نرا اس پر ایمان لے آئیں۔ اس کو بالخصوص رمضان شریف میں جلد جلد پڑھنے یا سننے کی کوشش کریں۔ لیکن ایسا سننا کہ اس کے الفاظ تو ہمارے کانوں کے پردوں پر پڑیں مگر اس کے مطالب و مفہوم سے ہمیں کوئی واقفیت نہ ہونے کے باعث دل ویسا کا ویسا کورا ہی رہ جائے کیا ایسی صورت میں جب اس کے صحیح منشاء سے ہی ہمیں کوئی واقفیت نہیں۔ نرا اس کے الفاظ کو سن لینا ھدی للناس وبینت من الھدی والفرقان کی علت ۔۔۔ اور اس کے صحیح مقاصد کو پورا کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کے یہ الفاظ آخر اپنے اندر کسی خاص منشاء کو لئے ہوئے ہیں اور جو شخص اس منشاء کو پورا نہیں کرتا۔ وہ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن کو سمجھا ہی نہیں اور رمضان کے فضائل و مدارج سے وہ ناواقف محض ہے۔ خدا تعالیٰ تو اس پاک کتاب کی صفت بیان کرے کہ ھدی للناس و بینت من الھدی والفرقان۔ لیکن مسلمان باوجود اس کی تلاوت کرنے اور اسے قیام رمضان میں سننے اور کئی کئی دفعہ دہرانے کے پھر بھی نہ تو پورے طور پر ہدایت یافتہ ہوں۔ نہ وہ ہدایت کے ان کھلے اور واضح دلائل کو ہی جن سے وہ دشمن پر فتح پا سکیں۔ کام میں لانے کے قابل ہوں اور نہ وہ اس کے ذریعہ حق و باطل میں پورے طور پر فرق کر کے دکھا سکتے ہوں۔ یہ صاف طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مسلمان رمضان شریف کی برکات سے پورے طور پر آج متمتع نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی وہ مفید اسباق اس سے حاصل کرتے ہیں۔ جو کہ حاصل کرنے چاہئیں۔ کیا رمضان شریف کے ذکر کے ساتھ اس مہینہ کے اندر نزول قرآن کا ذکر کرنا اور پھر قرآن کی تعریف میں ھدی للناس وبینت من الھدی والفرقان کے الفاظ ایزاد کرنا ثابت نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اس مہینہ میں ہم سے خاص طور پر یہ چاہتا ہے کہ قرآن کریم کی ان صفات سے فائدہ اٹھائیں۔ اس سے ہدایت پانے کی کوشش کریں نہ صرف خود ہی ہدایت حاصل کریں بلکہ چونکہ وہ کل دنیا جہان کے لوگوں کے لئے ہدایت ہے اس لئے اسے دنیا جہاں کے لوگوں تک پہنچانے اور انہیں اس پر کاربند کرنے کی کوشش کریں ہاں ہم واضح دلائل کو ہاتھ میں لیں جو اس ہدایت کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ نے اس میں جمع کر دی ہیں اور پھر ان دلائل سے کام لے کر ان کے ذریعہ حق و باطل میں امتیاز کر کے دکھائیں تا کہ اس ہدایت کے پہنچانے میں کوئی وقت باقی نہ رہ جائے لیکن کیا وہ لوگ جو تین راتوں بلکہ ایک ہی رات میں قرآن ختم کرتے اور قرآن رمضان کی فقط اتنی ہی علت غائی سمجھتے ہیں کہ ساری ساری رات کھڑے رہ کر کسی خوش الحان قاری کے منہ سے قرآن کے الفاظ سن لیں۔ کیا وہ اس غرض اور اس مقصد کو پا لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ نہیں۔ میں نہیں کہتا کہ قیام رمضان ضروری نہیں۔ میرا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ تراویح میں قرآن سننا منع ہے۔ نہ ہی یہ غرض ہے کہ مسلمانوں کو ان باتوں سے روکا

جائے۔قرآن کا سننا اور سنانا تو کوئی بری بات نہیں بلکہ موجب ثواب ہے۔

لیکن ہمیں اس اصل غرض کو سمجھنا چاہیے جو قرآن کے نزول اور رمضان کے روزوں کے اندر پنہاں ہیں۔اس غرض کا پتہ ہمیں اس حدیث سے بھی لگتا ہے جس میں نبی کریم صلعم نے تین دنوں میں قرآن ختم کرنے سے منع فرمایا اور بتایا کہ جو شخص ایسا کرتا ہے اس نے گویا قرآن کو پڑھا ہی نہیں ۔گویا نبی کریم صلعم نے صاف طور پر بتادیا کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنا چاہیے اور اس کے مضامین اور دلائل سے واقفیت پیدا کرنی چاہیے۔فی الحقیقت بات بھی یہی معقول ہے کیونکہ جس بات کو ہم سمجھتے ہی نہیں اس کو نرا لاکھ دفعہ زبان سے دہرائیں۔کوئی عملی نتیجہ اس پر مترتب نہیں ہوسکتا۔نتیجہ اسی بات پر مترتب ہوگا جس کو ہم دل سے پورے طور پر سمجھ بھی لیں تو رمضان شریف کا مہینہ ایک طرف ہمیں نزول قرآن کی یاد دلاکر اس سے واقفیت تامہ پیدا کرنے کی ترغیب دلاتا ہے۔تو دوسری طرف روزوں کے ذریعہ سے اس قرآن کی تبلیغ کی وجہ سے وارد ہونے والی مشکلات پر صبر وثبات کا سبق سکھاتا اور اس کی مشق کراتا ہے۔گویا یہ مہینہ ایک مسلمان کو حقیقی اور کامل مسلمان بلکہ مجاہد فی سبیل اللہ بنانے کا ایک ذریعہ ہے۔واستعینو بالصبر والصلوۃ کی عملی تعمیل کے لئے یہ مہینہ گویا ایک تیاری کا ہمیں موقع دیتا ہے اور مشکلات پر صبر کا عادی بنانے کے ساتھ دعاؤں کی طرف رجوع دلاتا ہے اور نصرت الٰہی کی کشش کا موجب ہوتا ہے ۔کیا خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس مبارک موقع سے فائدہ اٹھاکر اس کے مقاصد کو پورا کرنے میں کوشاں ہوتے ہیں۔

خدا کرے کہ وہ اس مبارک موقع سے مستفید ہوکر اسلام کی آئندہ ترقی و بہبودی کے باعث اصلی ثابت ہوں اور اس طرح سے اپنے عملی نمونہ سے رمضان شریف کے فضائل و برکات کو دنیا کے آگے پیش کرسکیں ۔امید ہے کہ ہمارے وہ احباب جو اس وقت تمام دنیا میں اس نیک غرض کو حاصل کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں ۔اپنے دور افتادہ بھائیوں کو بھی اپنی شبانہ روز دعاؤں میں یاد رکھیں گے تا اس فیض روحانیت سے وہ بھی کچھ نہ کچھ حصہ پالیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس ماہ رمضان کے مبارک مہینہ سے پورا پورا فائدہ اٹھانے اور عملی سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆☆

دُعا کا اثر

از: حضرت مرزا غلام احمد مجدد صد چہاردہم رحمتہ اللہ علیہ

یہ بات اربابِ کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہوچکی ہے کہ کامل کی دعا میں ایک قوتِ تکوین پیدا ہوجاتی ہے۔یعنی باذنہ تعالیٰ وہ دعا عالم سفلی اور علوی میں تصرف کرتی ہے اور عناصر اور اجرامِ فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اس طرف لے آتی ہے۔جو طرف سوید مطلوب ہے۔خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں اس کی نظیریں کچھ کم نہیں ہیں بلکہ اعجاز کے بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دعا ہی ہے۔اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاءؑ سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیائے کرام ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اس کا اصل اور منبع یہی دُعا ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرتِ قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں۔وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معاف جاری ہوئے اور دنیا میں ایک دفعہ ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فنافی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچادیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔(**برکات الدعا ص۵**)

قسط دوئم

ایک عظیم مقرب الٰہی ہستی ملک سعید احمد مرحوم و مغفور

از: قریبی عزیز

لاہور میں چوہنگ کے علاقہ میں ایک اللہ والے بزرگ حافظ بابا راج سائیں کا آستانہ تھا۔ آپ صوبہ سندھ سے اللہ کی ہدایت پر مختلف جگہوں پر ڈیرہ ڈالتے رہے پھر اللہ کی ہی ہدایت پر چوہنگ میں مستقل ڈیرہ جما لیا۔ فوت ہونے کے بعد وہیں ان کا مزار بنایا گیا ہے۔ ان کے مریدوں کی ایک کثیر تعداد تھی۔ دادا ابو سے ان کی ملاقات کسی شادی کی تقریب میں ہوئی۔ جو کہ دوستی میں بدل گئی۔ جب کبھی آپ بابا راج سائیں کے آستانہ پر جاتے تو وہ آپ کی رہائش و کھانے کا خصوصی خیال رکھتے۔ اور بڑی عزت سے پیش آتے۔ یہ 1974ء کے بعد کسی سال کا واقعہ ہے کہ آپ نے کثیر تعداد لوگوں کی موجودمیں ان سے سوال کیا مرزا غلام احمد کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے کہ لوگ انہیں کافر کہتے ہیں۔ آپ بتاتے کہ وہ یہ سنتے ہی مراقبہ میں چلے گئے اور بہت دیر بعد مراقبہ سے لوٹے اور پوچھا یہ سوال کس نے کیا تھا تو ملک صاحب نے کہا کہ یہ سوال میں نے کیا تھا۔ اس پر وہ گویا ہوئے کہ مرزا غلام احمدؒ وقت کا امام ہے۔ اور جو کوئی اس کی مخالفت کرے گا اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔ اس پر وہاں موجود مریدوں نے کہا کہ حضرت ہم تو ان کے حضور گستاخیاں کرتے رہے ہیں بلکہ گالیاں بھی دیتے ہیں۔ اس پر بابا راج سائیں نے کہا کہ اللہ سے معافی مانگو وہ غفور الرحیم ہے۔ تب وہاں موجود لوگوں نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

باوجود اس کے کہ آپ عام انسان تھے۔ کوئی دنیاوی جاہ جلال نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو عزت سے نوازتا ہے۔ کیونکہ قرآن کہتا ہے ان العزۃ للہ جمیعا: بے شک ساری عزت اللہ کے لیے ہے۔ اور پھر یہ بھی کہ وتعز من تشاء و تذل من تشاء: جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا۔ اور پھر یہ بھی کہ اس کے (اللہ) ہاتھ میں بھلائی ہی بھلائی ہے''۔ اللہ کے نزدیک عزت کا معیار تقویٰ ہے۔ آپ کا واسطہ دنیاوی طور پر بڑے بڑے لوگوں سے پڑا۔ مولانا ظفر علی خان حضرت مولانا محمد علیؒ کا صبح کی نماز کے بعد درس سننے اکثر اوقات آتے تھے۔ جب آپ بھی موجود ہوتے تو ان سے ملاقات رہتی۔ بتاتے تھے کہ مولانا ظفر علی خان صاحب کے انگ انگ سے حضرت امیر مرحومؒ کے لیے عزت ٹپکتی تھی۔ ظفر علی خان (زمیندار اخبار والے) درس سننے کے بعد الٹے قدموں واپس ہوتے۔ حضرت امیر کا بھی ظرف بھی دیکھئے آپ انہیں رخصت کرنے سڑک تک جاتے۔

علامہ اقبال آپ کے پھوپھا خیر دین صاحب کے قریبی دوست تھے۔ خیر دین صاحب نے ریلوے سے ریٹائرمنٹ کے بعد علامہ اقبالؒ کے کہنے پر لاہور میں کاروبار شروع کیا تھا۔ تا کہ علامہ سے قربت رہ سکے۔ آپ اپنے لڑکپن زمانہ میں اپنے پھوپھا سے ملنے لدھیانہ سے لاہور آئے ہوئے تھے۔ آپ نے ان نے درخواست کی کہ جب وہ علامہ اقبال سے ملنے جائیں تو انہیں بھی ملاقات کے لیے لے جائیں۔ علامہ اقبالؒ آپ سے بہت شفقت سے پیش آئے۔ بڑے اصرار سے آپ کو چائے اور پیسٹری کھلائی۔ اور آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

آپ کی جالندھر میں تعیناتی تھی۔ قائداعظمؒ دورہ پر تشریف لائے تو مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے فرطِ جذبات میں ان کی بگھی کے گھوڑے اس لیے علیحدہ کر دیئے کہ وہ خود بگھی کو کھینچیں گے۔ ملک سعید احمد صاحب اس وقت پولیس کی وردی میں اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔ آپ بھی وفور جذبات میں بگھی کھینچنے والوں میں شامل ہو گئے۔ اس پر آپ کے ساتھی بلک رام نے آپ کی شکایت افسران سے کر دی۔ اس پر انکوائری متعین ہوئی اور آپ کو ایک انگریز افسر کے سامنے بیان کے لئے بلایا گیا۔ اس نے پہلا سوال کیا'' کیا تم نے پولیس کی وردی میں فرائض

منصبی کے دوران ایک سیاسی راہنما (قائداعظم) کی بگھی کو کھینچا'' آپ نے جواب دیا ''جی'' اس پر اس نے پوچھا ''کیوں'' تو آپ نے جواب دیا کہ قائداعظم مسلمانوں کے راہنما ہیں اور مسلمان ہونے کے ناطے میں بھی جذبات میں آ گیا تھا'' اس انگریز افسر نے یہ کہہ کر آپ کو بری کر دیا کہ آپ نے سچ بولا تھا۔ وگرنہ آپ انکار بھی کر سکتے تھے۔

آپ نے جنرل ضیاء الحق کی ہمشیرہ جو کہ ہندوستان کی نامور فلمی اداکارہ تھیں کے ساتھ بھی بطور حکومتی کارکن کے فرائض انجام دیئے تھے۔ پاکستان کے شوبز کی مشہور شخصیت طارق عزیز صاحب نیلام گھر پروگرام سے بہت مشہور ہوئے۔ طارق عزیز صاحب کی پیدائش ملک صاحب کے آبائی گھر لدھیانہ میں ہوئی۔ طارق عزیز صاحب کے والد افغانستان میں صحت سے متعلقہ کسی محکمہ میں کام کرتے تھے۔ تو ان کے دادا شام چوراسی گاؤں سے اپنی حاملہ بہو کو لے کر

لدھیانہ آئے اور ملک صاحب کے آبائی گھر میں قیام فرمایا۔ پاکستان بننے کے بعد بھی ملک صاحب کے خاندان سے انہوں نے تعلق جاری رکھا۔ ملک کے مشہور صحافی حسن نثار ملک صاحب کے بھانجے ہیں۔

اخبار بینی اور کتب بینی کے رسیا تھے۔ یہ خوبی اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمال درجہ کی عطا کی ہوئی تھی۔ ناشتہ کے بعد اخبار کا مطالعہ کرتے۔ اخبار میں موجود خبریں مضامین اور اداریے سب پڑھتے۔ پھر سیر حاصل تبصرہ فرماتے۔ اگر کسی لکھاری یا مدیر سے کوئی اختلاف ہوتا تو اس کو خط لکھتے۔ جس کے ساتھ جوابی لفافہ بھی بھیجتے تاکہ وہ جواب دے۔ بعض اوقات کسی مدیر سے ملاقات کے لیے اس کے دفتر بھی پہنچ جاتے۔ کتاب اگر آپ کے پسند کی ہوتی تو ضخیم سے ضخیم کتاب حیرت انگیز وقت میں ختم کر دیتے۔ زندگی کے آخری سالوں کی بات ہے کہ مرتضٰی حسن خان صاحب کی کتاب ''مجدد زمان'' کو 7 دنوں میں ختم کر دیا۔ یاد رہے کہ یہ کتاب 610 صفحات پر مشتمل ہے۔ ایسے موقعوں پر جب آپ مطالعہ میں غرق ہوتے تو گھر میں کرفیوں کا سماں ہوتا۔ سب ایک دسرے سے کہتے کہ خاموش! دادا ابو مطالعہ کر رہے ہیں۔ تفاسیر قرآن پاک میں مولانا محمد علیؒ کی تفسیر بہت پسند تھی۔ آپ بیان القرآن کے اوراق پر نوٹس بھی لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے جبروت و شان کا ذکر اگر تحریر میں آتا یا تقریر میں سنتے تو ایسے باادب ہو جاتے جیسے کہ کسی بادشاہ کے دربار میں پیش ہیں۔ آخری چند سال مطالعہ کی عادت میں خاطر خواہ کمی واقع ہوئی۔ ایسے میں اگر کوئی پوچھتا کہ قرآن پاک کی تلاوت سنیں گے تو فرماتے لو یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ یہ تو روح کی غذا ہے۔ گھر کے مختلف افراد قرآن پاک سناتے تھے۔ بڑے باادب ہو کر غور سے سنتے۔ مگر ترجمہ کے ساتھ۔ کوئی اگر تفسیری نوٹ بھی سنا دیتا تو پھر بہت شکر گذار ہوتے۔ فرماتے قرآن کو ہمیشہ سمجھ کر پڑھنا چاہیئے۔ اقبال احمد کی تلاوت و ترجمہ سنانے کو زیادہ پسند کرتے۔ اگر وہ کبھی چھٹی پر آتے تو اُن کو دیکھ کر اس لیے کھل (خوش) جاتے کہ اب وہ قرآن سنائیں گے۔

آپ کا حافظہ کمال کا تھا۔ ایک وقت میں حضرت اقدسؑ کی اردو اور فارسی کی درثمین کا ایک بڑا حصہ آپ کو زبانی یاد تھا۔ کئی دفعہ ہم لوگ ان کے ساتھ مل کر ترنم میں درثمین کے شعر گاتے تو بہت لطف آتا تھا۔ آپ کو فارسی زبان بھی آتی تھی۔ انگریزی بھی سمجھ لیتے تھے۔ آپ جماعت کے سالانہ دعائیہ اور تربیتی کورس میں تادم زیست شمولیت کرتے رہے۔ 2011ء کے سالانہ دعائیہ اور تربیتی کورس میں بھی آپ نے شمولیت اختیار کی۔ آپ کو بہت پرانی پرانی باتیں یاد تھیں۔ یہاں تک کہ 80 - 90 سال پرانی مارکیٹ ریٹ آپ کو یاد تھیں۔ ایک روپیہ کا بکرا اور 5 روپے کی گائے (زندہ) کی قیمت بتاتے تھے۔ ایک دفعہ 1930ء کی دہائی میں آپ نے 25 روپے کی گائے منڈی میں جا کر خریدی تھی۔

جب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لدھیانہ میں تعینات تھے۔ تب غالباً سید اسداللہ شاہ صاحب بھی وہیں تعینات تھے۔ تو خوب روحانی محفل جمتی تھی۔ ڈاکٹر بشارت صاحب کے درس قرآن میں غیر از جماعت لوگ بھی شرکت کرتے تھے۔ آپ بتاتے کہ جب جمعہ کے بعد یا درس کے بعد آپ واپس گھر جانے کے لئے روانہ ہوتے تو پیچھے پیچھے ڈاکٹر بشارت صاحب آ جاتے اور سالم ٹانگہ کر کے اس کا کرایہ اپنی جیب میں سے ادا کر دیتے۔ آپ لدھیانہ سے ہی اس ٹرین میں سوار ہو گئے تھے جس میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی میت لائی گئی۔ اسی طرح آپ نے مولانا محمد علیؒ کے جنازہ میں بھی لدھیانہ سے آ کر شمولیت کی تھی۔ اگر کوئی جماعت

میں یا احمدیہ بلڈنگس میں مولانا محمد علیؒ کے خلاف گفتگو کرتا تو آپ نہایت ناراضگی کا اظہار کرتے اور کہتے کہ مولوی صاحب کی صحت پر اثر پڑے گا تو وہ قیمتی جماعتی کام ادا نہ کر سکیں گے۔

بڑی قدر آور شخصیات کا جو کہ جماعت احمدیہ لاہور کا سالانہ جلسہ میں آتے آپ اکثر ذکر کرتے۔ سر شہاب الدین، سپیکر پنجاب اسمبلی بمعہ اہل خانہ تشریف لاتے اور سارے دن شمولیت کرتے۔ پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر علامہ علاؤالدین ہمارے اجلاس کی صدارت فرماتے اور تقریر بھی کرتے تھے۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری، جو کہ پاکستان کے قومی ترانہ کے خالق ھیں، باقاعدگی سے ہمارے سالانہ جلسوں میں شامل ہو کر شاہنامہ اسلام پڑھتے تھے۔ جب آسٹریا کے شاہی خاندان کے نومسلم فرد بیرن عمر، خواجہ کمال الدین کے ساتھ لاہور آئے تو ایک بڑے جلوس کی صورت میں ان کا استقبال کیا گیا۔ آپ اس سارے واقعہ کی بہت تفصیلی منظر کشی فرماتے تھے۔

عالم رویا اور کشف میں انسان عجیب عجیب نظارے دیکھتا ہے۔ رویا اور کشوف کا سلسلہ دراصل اللہ تعالیٰ کے علم غیب کی ایک واضع دلیل وثبوت ہے۔ نبی صدیق شہداء اور صالحین کے بارہ میں قرآن فرماتا ہے **تتنزل علیهم الملئکة** ، اور **لهم بشریٰ فی الحیوة الدنیا** یعنی اللہ کے فرشتے ان پر اترتے ہیں۔ (خبریں لے کر یا پیشگوئیاں کے ساتھ) اور ان کے لیے خوشخبریاں ہیں اس دنیا کی زندگی میں۔ قرآن پاک نے مختلف نبیوں کی رویا کو اللہ تعالیٰ کے علم غیب کی شان کے ساتھ ساتھ علم کی ترویج کا ذریعہ بھی قرار دیا ہے۔ غلام احمدؒ صاحب کی کتاب ''حقیقۃ الوحی'' کے ابتدائی صفحات میں اس سلسلہ کا جامع جائزہ لیا گیا ہے جسے ضرور پڑھنا چاہیئے تا کہ نفس کی ٹھوکر سے بچاؤ کا سامان ہو سکے۔

ملک سعید احمد صاحب کو بھی اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے اس خوبی سے نوازا ہوا تھا۔ لوگ آپ سے دعا کرواتے یا استخارہ کرواتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو عموماً (ہمیشہ نہیں) جواب سے یا راہنمائی سے نواز دیتا۔ البتہ 09-2008 میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو استخارہ کرنے اللہ کی طرف سے منع کر دیا گیا۔ پھر آپ استخارہ نہ کرتے تھے۔ البتہ دعا کرتے رہتے۔ اور آپ کو کبھی جواب یا وضاحت بھی مل جاتی تھی۔ عموماً عالم رویا یا کشف میں سید اسد اللہ شاہ صاحب وارد ہوتے یا ان کی آواز میں معاملہ بیان کیا جاتا۔ ہمارے بزرگ طاہر صادق صاحب کے خیال میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا فرشتہ سید اسد اللہ شاہ صاحب کے روپ میں آتا ہے۔ واللہ اعلم!

ایک دفعہ آپ نے دیکھا کہ ہندوستان کے کسی شہر میں ہیں (غالباً جالندھر) اور کسی جلسہ کا اہتمام ہے۔ ایک بڑی عمارت میں شرکاء کے لیے چارپائیاں لگی ہوئی ہیں۔ اتنے میں آپ دیکھتے ہیں کہ حضرت کرشنؑ تشریف لاتے ہیں۔ اور آپ سے ملاقات کرتے ہیں اور ملک صاحب سے فرماتے ہیں ''آپ ہماری مدد کریں کہ لوگوں نے مجھے بھگوان یا اوتار بنا دیا ہے حالانکہ میں اللہ کا بندہ ہوں''۔ ملک صاحب نے کہا ''میں کیسے مدد کر سکتا ہوں۔ میں ایک بوڑھا اور کمزور شخص ہوں'' کرشن نے فرمایا ''نہیں آپ مدد کر سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی جماعت ہی ہے جو کہ صحیح عقائد رکھتی ہے۔ آپ اس سلسلہ میں لدھیانہ کی بجائے جالندھر میں جماعت کا مرکز کھولیں۔ کیونکہ جالندھر میں مذہبی سختی کم ہے''۔

جامع احمدیہ بلڈنگس کے لیے ایک یہ تجویز آئی کہ مسجد اور اس سے ملحقہ حضرت مولانا محمد علی کے گھر کی عمارت کو گرا کر اور بڑی مارکیٹ بنائی جائے۔ اور مسجد کو تیسری یا چوتھی منزل پر منتقل کر دیا جائے۔ ملک صاحب سے دعا کی درخواست کی گئی تو آپ کی دعا کے جواب میں آپ کو دکھایا گیا کہ ساری جامع احمدیہ بلڈنگس لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ اور وضوخانے تک لوگ موجود ہیں۔ ان میں مولانا محمد علیؒ اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم بھی موجود ہیں۔ آپ ان بزرگوں سے اس تجویز پر مشورہ لیتے ہیں جو یہ بزرگ سخت ناپسند کرتے ہیں۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کہتے ہیں یہ کوئی فریب یا سازش ہے۔ پھر اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ یہ تجویز ختم ہو گئی۔ اور نئی تجویز میں جامع مولانا محمد علیؒ کا گھر اور دیگر عمارات کی جگہ مارکیٹ کی تجویز منظور ہوئی۔ لیکن ایک عرصہ سے بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر یہ منصوبہ التوا کا شکار ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ کو یہ تجویز بھی پسند نہیں۔ واللہ اعلم۔

ابھی نواز شریف صاحب پاکستان کے وزیر اعظم تھے۔ آپ نے رویا میں دیکھا کہ ایک گراؤنڈ میں پھانسی گھاٹ بنایا گیا ہے۔ اور نواز شریف صاحب کو پھانسی دی جانی ہے کہ آپ وہاں موجود لوگوں کو کہتے ہیں کہ نواز شریف کو چھوڑ دیں

یہ ملک کے وزیراعظم ہیں۔تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو نہیں پتہ ان پر کیا کیا الزامات ہیں۔لیکن آپ نے اپنا اصرار جاری رکھا کہ یہ ملک کے وزیراعظم ہیں ان کو چھوڑ دیا جائے''۔پھر بعد کے واقعات میں ایسے ہی ہوا کہ فوج نے جنرل پرویز مشرف کی قیادت میں نواز شریف کی حکومت کا تختہ الٹ کر مارشل لاء لگا دیا اور نواز شریف کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔اور ان پر بغاوت اور تخریب کاری کے الزامات لگائے گئے اور یہ ڈر پیدا ہو گیا کہ شاید ان کو پھانسی ہی نہ دے دی جائے۔لیکن خدا کا خفیہ ہاتھ خفیہ ولی اللہ کی دعاؤں سے حرکت میں آیا اور نواز شریف صاحب سزا سے بچ گئے۔انہیں ملک بدر کر دیا گیا۔واللہ اعلم۔

جب جانجی (ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب امیر سوئم) اپنی زندگی کے آخری دنوں میں بیمار تھے۔تو آپ نے بہت دعا کی۔ایک دفعہ دعا میں آپ نے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ جان جی کا وجود قیمتی ہے اس لیے میری زندگی ان کو تفویض کر دے۔کہ یکا یک ہنسنے کی آواز آئی اور کہا گیا ''تیری خود کتنی زندگی ہے''۔اس وقت خود آپ کی عمر 90 برس تھی۔

آپ کو قومی اور بین الاقوامی تعلقات کے پس منظر میں بھی خبریں دی جاتی تھیں۔عراق پر امریکی اتحادیوں کے حملہ کے وقت بتایا کہ ان فوجوں کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔لیکن اگر نماز میں ہر رکعت میں 5 دفعہ ایاک نعبد و ایاک نستعین پڑھا جائے تو تباہی کو روکا جا سکتا ہے۔وفات سے تین چار ماہ قبل برطانیہ کے وزیر نے رویا میں آپ سے مشورہ پوچھا کہ امریکہ کو چھوڑ کر کچھ ممالک اتحاد بنا رہے ہیں آپ بتائیں ہمیں (برطانیہ) اس اتحاد میں شامل ہونا چاہیئے یا نہیں۔اور پھر آج کل Great Game کا ایک نظریہ چل رہا ہے۔دیکھیں اس میں آگے چل کر کیا صورت حال سامنے آتی ہے۔

پاکستان کے پانی کے بڑے گمبھیر معاملات ہیں۔ہندوستان کی مسلسل بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزیاں اس معاملہ کو مزید خراب کر رہی ہیں۔ملک صاحب ان معاملات میں الجھے ہوئے تھے کہ رات کو آپ کو ایک پوسٹر دکھایا گیا جس پر Golden Words کی شہ سرخی لگی ہوئی تھی۔صبح آپ اٹھے تو سارا مضمون آپ کے دماغ میں تازہ تھا۔آپ کا لکھا ہوا وہ کاغذ موجود ہے اور پاکستان کے پانی کے مسئلے کے لئے خطرے کی گھنٹی ہے۔جس میں اس اہم مسئلہ پر جانفشانی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

کئی دفعہ آپ کو دعا کرنے کا طریق بھی بتایا جاتا۔ایک دفعہ کسی کی صحت کے لیے دعا کر رہے تھے تو رویا میں ہی شاہ صاحب وارد ہوئے اور پوچھا کہ کیا کر رہے ہو تو ملک صاحب نے بتایا کہ فلاں صاحب کی صحت کے لیے دعا کر رہا ہوں۔تو شاہ صاحب نے کہا کہ یہ دعا کرو کہ اللہ تو سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک صحت عطا فرما دے۔کئی دفعہ آپ کسی بیماری یا تکلیف میں ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا حل یا علاج بتا دیتا۔بعض دفعہ کچھ اور لوگوں کی صحت کے لئے دعا کی تو بھی متعدد دفعہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نسخہ بھی تجویز کیا۔ایک خاص بات جو ان نسخوں میں ہوتی تھی۔وہ ان اشیاء کا نہایت سستا ہونا ہوتا تھا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کی باقی صفات کی طرح شافی کی صفت بھی لا انتہاء قدرت اپنے اندر رکھتی ہے۔جس کا نہ ہونے کے برابر حصہ جب انسان کو ملتا ہے تو وہ متکبر ہو جاتا ہے۔لیکن وہ لا انتہا شفا بخشنے والا شافی معمولی سے معمولی نسخہ سے بھی شفا بخشنے کی قدرت رکھتا ہے۔بلکہ وہ بغیر نسخہ اور دوائی کے بھی شفا بخشنے پر قادر ہے۔**و اللہ غنی حمید۔**

وفات سے ایک ہفتہ پہلے پوچھا گیا کہ ان دنوں کوئی خواب دیکھا ہے۔کہنے لگے کہ مجھے آج کل گزشتہ نیک اور بزرگ ہستیاں ملوائی جا رہی ہیں۔پھر بتایا کہ آج کل روزانہ میں متعدد دفعہ میں مولانا محمد علیؒ کو دیکھتا ہوں۔کہتے! اللہ اللہ!! مولانا صاحب کا چہرہ اس قدر پر نور ہوتا ہے اور اسقدر چمکتا ہے کہ ان کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھا جا سکتا کہ آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔سبحان اللہ۔الحمد للہ۔

کلمتان سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم کی حدیث میں بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔اس کے ساتھ **اللھم صلی علی محمد و علیٰ اٰلِ محمد و بارک وسلم** کے اشتراک کو اسم اعظم بھی مانا گیا ہے۔آپ مختلف اذکار کرتے تھے۔اپنی وفات سے دو تین ماہ قبل جب آپ ابرار احمد صاحب کے گھر رہائش پذیر تھے۔تو بھی رات دو بجے کے بعد مندرجہ بالا کلمات کے ورد کی گونج پورے گھر میں گونجتی رہتی۔اور بعض اوقات گھنٹہ گھنٹہ جاری رہتا۔ (سلسلہ جاری ہے)

☆☆☆☆

درس قرآن کریم

از محترمہ پروین چوہدری (ایم اے۔ بی ایڈ)

بر موقع سالانہ تربیتی کورس 2012ء بمقام جامع دارالسلام، لاہور

سورۃ الشّمس میں اللہ تعالیٰ نے سورج اور اس کی روشنی کو اپنا گواہ بنایا ہے اور بتایا ہے کہ انسان کے اندر خدا نے وہ تمام صفات جمع کی ہیں جو اس کی مخلوق میں سے ایک دوسرے کی صند ہیں۔ مثلاً سورج کے ساتھ چاند، رات کے ساتھ دن اور آسمان کے ساتھ زمین کی صفات کو اس کے اندر جمع کیا ہے۔ اور انسان کے نفس کو اس طرح انتہائی کمال کے مرتبہ پر پیدا کیا ہے اور پھر اس کو وحی کے ذریعے خارجی روشنی بھی عطا کی ہے۔ جو انسانی کمالات کو ترقی کا سبب بنتی ہے۔ یہی انسان کی فلاح ہے جو ان کو نشو و نما نہیں دیتا یعنی اپنے اندر پرورش نہیں کرتا وہ ناکام رہ جاتا ہے۔ یہی الشّمس نام میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے جو عالم روحانیت میں سورج کا حکم رکھتے ہیں۔ کہ آئندہ تمام انوار آپ کی ذات با برکات سے ہی پھیلیں گے۔ اور جس طرح سورج عالم جسمانی (یعنی اپنے وجود کے ساتھ) کا مرکز ہے۔ اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم روحانی کے مرکز ہیں۔

اب آیئے اس سورۃ کے اندر کھائی گئی قسموں کے جو اپنے وجود کے ساتھ گواہ ہیں اور نبی کامل کے مرتبہ کو زمین و آسمان سے اعلیٰ و برتر بناتے ہیں۔ یعنی قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی اور قسم ہے چاند کی جب وہ سورج کی پیروی کرے یعنی اس کے گرد چکر لگائے۔ اور قسم ہے دن کی جب وہ اپنی روشنی کو ظاہر کرے اور قسم ہے رات کی جو بالکل تاریک ہو اور قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اسے بچھایا اور قسم ہے انسان کے نفس کی اور اس کی جس نے اسے کامل اعتدال پر اور استقامت رکھتے ہوئے متفرق کمالات جمع کئے۔ اس طرح کہ انسان کامل کا نفس آفتاب اور اس کی دھوپ کا کمال بھی اپنے اندر رکھتا ہے اور چاند کے خواص بھی کہ وہ اکتساب فیض دوسرے سے یعنی سورج سے کرتا ہے اور اس کے نور یعنی روشنی کو اپنے اندر نور کے طور پر سمیٹ لیتا ہے اور روز روشن کے خواص بھی کہ ایک مزدور دن کی روشنی میں سخت محنت کرتا ہے۔ اسی طرح حق کے طالب اور سلوک کی راہوں پر چلنے والے انسان کامل کے نمونہ کو سامنے رکھتے ہیں۔ اور دن کی روشنی کی طرح اپنے آپ کو کمال صفائی سے سنوارتا ہے اور رات کی تاریکی کو جب وہ دنیا سے رابطہ منقطع کر کے اور آدمی رات کو اٹھ کر نماز میں تلاوت کرتا ہے تو دوسری طرف اپنے نفس کے حقوق بھی ادا کرتا ہے یعنی کہ کھانا پینا، سونا اور بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا وغیرہ۔

ان چھ آیتوں میں تکمیل نفس انسانی کی شہادتیں ہیں۔ سورج روشنی دینے والا ہے اور چاند سورج کی روشنی کا اثر قبول کرنے والا انسان کامل ان دونوں صفات کے مظہر ہیں۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج کی طرح روشنی کا سرچشمہ بھی ہیں اور چاند کی طرح اللہ تعالیٰ کے نور سے منور بھی ہوتے ہیں۔ دن روشنی کرتا ہے اور جدوجہد کا موقع فراہم کرتا ہے اور رات کی تاریکی پردہ ڈال کر سکون مہیا کرتی ہے۔ انسان کامل ان دونوں خوبیوں کے مالک ہیں۔ وہ جدوجہد بھی کمال درجہ کی کرتے ہیں اور ان کے نفس کو سکون بھی کامل طور پر ملتا ہے۔ اس کے بعد (والسماء) والی آیت میں آسمان علو کا مظہر ہے اور زمین پستی اور خاکساری کی۔ انسان کامل سورج کی طرح اور چاند کی طرح اثر ڈالتا بھی ہے اور اثر قبول بھی کرتا ہے۔ رات اور دن کی طرح انسان کامل میں یہ صفات موجود ہیں۔ اور یہی اشارہ و ماسواھا میں ہے۔ لیکن ہر انسان اپنی اپنی استعداد کے مطابق حصہ وصول کرتا ہے۔ تو یہ تو اس کے ذاتی جوہر ہیں۔ ان جوہروں کو جلا دینے کے لئے اللہ تعالیٰ وحی سے کام لیتا ہے۔ سو انسان کامل اپنی امت کے لئے سورج کا حکم رکھتے ہیں۔ اور آپ کی پیروی کرنے والے آپ کے انوار سے نور ستعار لیں گے۔

جس طرح سورج اللہ تعالیٰ کی کامل حکمت سے سات سو تیس متعین چیزوں میں اپنے آپ کو متشکل کر کے دنیا پر مختلف قسموں کی تاثیرات ڈالتا ہے۔ اور اس کی

ہر ایک شکل کی وجہ سے ایک خاص نام اس کو حاصل ہے۔ اور ایک شبہ۔ دوشبہ۔ سہہ شبہ وغیرہ حقیقت میں خاص خاص معین چیزوں کے لوازمات اور اپنی اپنی تاثیرات کے لحاظ سے سورج کے ہی نام ہیں۔ اور جب ہم ان خاص لوازمات کو بولتے وقت ذہن میں نہ رکھیں تو اس وقت ہم صرف سورج کہیں گے۔ اور جب سورج کے خاص مقامات اور تاثرات کو ذہن میں رکھ کر بولیں گے تو کبھی دن کہیں گے اور کبھی رات۔ اور کبھی اس کا نام اتوار کبھی پیر کہیں گے۔ کبھی ساون اور کبھی بھادون، کبھی اسوج اور کبھی کاتک۔ یہ سب سورج ہی کے نام ہیں۔ اور نفس انسان بھی مختلف حالات میں کبھی نفس زکیہ بن جاتا ہے۔ اور کبھی امارہ لوآمہ اور مطمئنہ کے مراحل طے کرتا ہے۔ غرض نفس انسان کے بھی اتنے ہی نام ہیں جتنے کے سورج کے۔

اسی طرح انسان کامل حد درجہ کی جدوجہد کرتا ہے۔ اپنے نفس کے ساتھ خوشی اور غم سے خط اٹھاتا ہے۔ کسی بھی صورت میں حظ ان کا جسم ناتواں ان کی روح کی رفاقت کے لئے از سر نو رقوی اور توانا ہو جاتا ہے۔ اور نورانی مراحل طے کرتے ہیں۔ انسان کامل کے نفس کو آسمان سے جو مشابہت ہے جو اس قدر وسیع اور کشادہ ہے کہ کسی چیز سے پر نہیں ہوتا۔ اسی طرح نفس ناطقہ بھی اپنے اندر بے انتہاء وسعت رکھتا ہے اور زمین سے جو مشابہت ہے کہ اعلیٰ درجہ کے بیج زمیں میں بوئیں۔ نلائی اور آب پاشی کریں تو بہترین پھل دے گی اور لذت میں بھی بے مثال ہوں گے۔ اسی طرح انسان کامل کا نفس احکام الٰہی کے تخم سے اعمال صالحہ کی سرسبزی دکھاتا ہے۔ اور نفس وما سواھا کی رو سے انسان کامل اپنے معنی اور کیفیت کی رو سے ایک عالم ہے۔

اور ان تمام مثالوں سے ثابت ہے کہ جن جن چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ یہ تمام صفات اور کمالات انسان کامل کے اندر موجود تھیں۔

☆☆☆☆

اختتام بخیر تربیتی کورس 2012ء

سالانہ تربیتی کورس 2012ء خدا تعالیٰ کے انتہائی فضل و کرم سے اختتام پذیر ہوا۔ انجمن کے تمام کارکنان نے اپنی ڈیوٹی بہت خوب نبھائی۔

تمام جماعتوں کے آنے والے بچوں نے اساتذہ کے لیکچرز سے خوب فائدہ اٹھایا۔ جس کے نتیجے میں سینئر سکول میں خدیجہ احمد نے آصف حمید گولڈ میڈل اور صاحبزادہ عبدالطیف شہید شیلڈ اور مڈل سکول میں زینب احمد نے گولڈ میڈل حاصل کیا۔ قرآن حفظ کرنے والوں کو 10،10 ہزار روپیہ حوصلہ افزائی کے لئے دیا گیا۔

آخر میں یوتھ ڈے منایا گیا۔ جس میں بچوں کی جسمانی اور ذہنی نشوونما کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اور کوئز مقابلوں اور کھیلوں سے ان کے لئے دلچسپی کا سامان ہوتا ہے۔

رمضان کی آمد سے چار پانچ دن سے یہ پروگرام بخریت سے انجام پذیر ہوا۔

اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم جاری رکھے۔ آمین

پروین چوہدری

☆☆☆☆

میری جماعت

تحریر از: قاری غلام رسول صاحب

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں کہ ”اے وہ تمام لوگو جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو، آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کیے جاؤ گے جب سچ سچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور قلب سے ادا کرو گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو“۔ (کشتی نوح)

ایک دوسرے مقام پر حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ ”ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے سو خبردار رہو ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ، زمین کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہو“۔ (کشتی نوح)

خدا تعالیٰ سے تعلق کیسے مضبوط ہو اس بارے میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں ”ہلاکت کی راہوں سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو اور دنیا سے دلبرداشتہ رہو۔ چاہیے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے“ (کشتی نوح)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں ”اگر تم خدا کے ہو جاؤ تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں۔ خدا ایک پیارا خزانہ ہے۔ اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک کام میں تمہارا مددگار ہے تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں“ (کشتی نوح)

ایک اور مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ”وہ خدا نہایت ہی وفادار خدا ہے اور وفاداروں کے لئے اس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں۔ دنیا چاہتی ہے کہ ان کو کھا جائے اور ہر ایک دشمن ان پر دانت پیستا ہے مگر وہ جو ان کا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے ان کو بچاتا ہے اور ہر میدان میں ان کو فتح بخشتا ہے۔ کیا ہی نیک صالح وہ شخص ہے جو اس کا دامن نہ چھوڑے، ہم نے اسے دیکھ لیا کہ دنیا کا وہی خدا ہے اس کے سوا کوئی نہیں کیا ہی قادر اور قیوم خدا ہے جس کو ہم نے پایا، کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے جس کو ہم نے دیکھا“۔
(کشتی نوح)

خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے جو روحانی تعلق ہے اس کو قرآن حکیم میں یوں بیان فرمایا:

”ترجمہ: ”یقیناً تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا تمہارا تکلیف پانا اس پر شاق گذرتا ہے۔ وہ تمہارے لئے بھلائی کا خواہشمند ہے۔ مومنوں پر مہربانی رحم کرنے والا ہے“ (التوبہ:۱۲۸)

اس آیت میں ہمارے سید و مولیٰ رحمت عالم، محسن انسانیت اللہ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قلبی کیفیت اور مومنوں سے آپؐ کے روحانی تعلق کو بیان کیا ہے۔ آپ اپنی امت کی بھلائی کے نہایت چاہنے والے ہیں اور لوگوں کی تکالیف دیکھ کر آپؐ کا دل پگھلتا ہے۔ آپؐ چاہتے ہیں کہ لوگ ایمان و یقین کی راہوں پر چلیں اور کفر و شرک اور فسق و فجور کی زندگی ترک کر دیں۔ آپؐ مومنوں کے لئے حریص یعنی ان کی بھلائی نہایت چاہنے والے اور دوزخ سے بچانے والے ہیں۔ لوگوں کے ایمان نہ لانے کا غم آپؐ کو کھائے جا رہا تھا۔ اسی کو قرآن حکیم میں دوسری جگہ یوں بیان فرمایا:

ترجمہ: ”اے رسول شاید تو اپنی جان کو ہلاک کر دے گا کہ یہ ایمان نہیں

لاتے''(اشعراء:۳)

یہی دکھ اور غم حضرت امام الزمان مسیح محمدی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دل میں تھا جب لوگ سیدھا راستہ اختیار کرنے کے بجائے مخالفت کرتے تھے چنانچہ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں: ''بد بخت ہے وہ انسان جس کو اب تک پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے، ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بیٹھا دوں کس دف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کسی دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں''(کشتی نوح ص ۲۸۔۲۷)

حضرت مجدد صد چہاردہم اپنی جماعت کو خبردار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہر ایک زانی، فاسق، شرابی، خونی، چور، قمار باز، خائن، غاصب، ظالم، دروغ گو، جعلساز اور ان کا ہمنشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنعیہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے''(کشتی نوح)

حضرت اقدس فرماتے ہیں''یہ مت خیال کرو کہ صرف بیعت کر لینے سے ہی خدا راضی ہو جاتا ہے یہ تو صرف پوست ہے، مغز تو اس کے اندر ہے۔ اکثر قانون یہی ہے کہ ایک چھلکا ہوتا ہے اور مغز اسکے اندر ہوتا ہے چھلکا کوئی کام کی چیز نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس زمانہ میں اللہ کے حکم سے جو کشتی نوح تیار کی ہے زمانہ کی بغاوتوں اور فساد سے بچنے کے لئے اس کشتی پر سوار ہونا ضروری ہے تا کہ ہم حقیقی طور پر آپ کی جماعت کہلا سکیں۔ خدا ہمیں توفیق دے آمین۔

درخواست دعا

لاہور

جماعت احمدیہ لاہور کے سرمایہ افتخار، عالم بے بدل جناب قاضی عبد الاحد صاحب کافی عرصہ سے علیل اور کمزور ہیں۔ تمام احباب سے درخواست ہے کہ اس ماہ صیام میں ان کی مکمل صحت یابی کیلئے خصوصی دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں۔

☆ چوہدری ریاض احمد صاحب (اسسٹنٹ سیکرٹری) علیل ہیں۔ تمام احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

☆ محترم عبدالقیوم صاحب کافی عرصہ سے علیل ہیں۔ تمام احباب وخواتین سے اپنی مکمل صحت یابی کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

☆ لالہ سلیمان صاحب عارضہ قلب میں مبتلا ہیں۔ احباب وخواتین سے درخواست ہے کہ انہیں اپنی دعاؤں میں خاص طور پر یاد رکھیں۔

☆ محترم خرم جمیل صاحب جو کہ کافی عرصہ سے بیمار ہیں۔ ان کے اہل خانہ کی احباب وخواتین سے درخواست ہے کہ ان کے لئے خصوصی طور پر اپنی نمازوں میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

کراچی

محترم تنویر احمد صاحب کا دل کا آپریشن ہوا ہے۔ تمام احباب جماعت ان کی مکمل صحت یابی کے لئے دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں۔

پارک والے دادا جی

از: شیریں صاحبہ بنت شیخ شریف احمد مرحوم

11 جون 2012ء بروز پیر شام 8 بجکر 15 پر سیالکوٹ سے ہمارے خالو سلیم (چچا جی) کا فون آتا ہے ''ممتاز کا انتقال ہو گیا ہے'' انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کون ممتاز؟ تم لوگوں کے ماموں، ماما تاج۔

جب مجھے میری بہن نے بتایا تو میں حیران پریشان ہو گئی کل تو میری ان سے بات ہوئی حال چال پوچھا تو کہنے لگے میں بھی ٹھیک، میرے پوتے پوتیاں بھی ٹھیک، میرا نواسا نواسی بھی ٹھیک، میری بیٹی صائمہ بھی راولپنڈی سے آئی ہوئی ہے۔ آپا (میری والدہ) کا حال بتاؤ کس سے بات کرو گی؟ کہنے لگے دراصل عصر کا وقت ہو گیا ہے میں مسجد کیلئے نکل رہا ہوں۔ یہ میری ان کے ساتھ کافی عرصے کے بعد ٹیلی فون پر آخری ملاقات تھی۔ میں بہت پیچھے اپنے بچپن میں چلی گئی۔ وزیر آباد ہمارا ننھیال سیالکوٹ سے صرف 45 منٹ کے فاصلے پر تھا۔ ہم سب بچے عید کا بے چینی سے سارا سال انتظار کرتے۔ ہماری نانی کے گھر کے قریب تین دن زبردست قسم کا میلہ لگا کرتا تھا۔ وہاں جا کے سب بچے آزاد ہو جایا کرتے تھے۔ ہماری مائیں عید کا دن اپنے گھروں میں گذارنے کے بعد آیا کرتی تھیں۔ جبکہ ہم لوگ عید سے ایک دن یا دو دن پہلے پہنچ جایا کرتے تھے۔ سیالکوٹ سے میری خالہ (جو کہ چچی بھی ہیں) ہمارے دوسرے چچا زاد بہن بھائی بھی ملتان والی خالہ، راولپنڈی والی خالہ، فیصل آباد والی خالہ جب سب پہنچ جاتے تو میری نانی بار بار کھڑکی سے جھانکتیں اور کہتیں خیر سے ممتاز ابھی تک نہیں پہنچا۔ وہ اس زمانے میں فیصل آباد ہوا کرتے تھے۔ ہم نے کہا یا اللہ ماما جی نہ آئیں، اللہ کرے ان کو چھٹی نہ ملے۔ بے جی (نانی) نے کہنا مشک مارو میرا بیٹا کیوں نہ آئے اس کے بغیر بھی کوئی عید ہے۔ دعا کرو خیر سے آئے۔ دراصل ہم ماموں کو بہت سخت سمجھا کرتے تھے۔ جب ہم بڑے ہوئے، شعور کو پہنچے تو ہم نے دیکھا وہ تو بڑے ہر دل عزیز ہیں، بہت شفیق، بہت پیار کرنے والے، اپنی بہن بھائیوں کی اولادوں کے اچھے ماموں، اچھے نانا اور اچھے دادا تھے۔

ایک دن میں نے پوچھا ہمارے لئے کیوں Terror تھے؟ کہنے لگے میں نہیں تھا تم لوگ Terror تھے۔ وہ کیسے؟ وہ ایسے کہ میری تین دن کی چھٹی تم لوگ غارت کر دیتے تھے۔ سارا سارا دن تم لوگوں کو ڈھونڈنے میں گذر جاتا تھا۔ نہ میں اپنی ماں کے پاس بیٹھ سکتا تھا نہ بہن بھائیوں میں سے کسی کے پاس، کسی کو جھولوں سے اتار کر لا رہا ہوں، کوئی قلفیوں والوں کے پاس تو کوئی گولے گنڈے کھا رہا ہے تو کچھ بچوں کو ملنے جلنے والوں اور رشتے داروں کے گھروں سے نکال کر لا رہا ہوں۔ میرا تو سارا وقت تم لوگوں کی پکڑ دھکڑ میں ہی گذر جاتا ہے۔ بس ایک ہی دعا ہوتی یا اللہ خیر خیریت سے اپنے گھروں کو پہنچ جائیں۔ جب ہمارے ماموں راولپنڈی کو ہ نور مل میں چلے گئے تو ہم لوگوں میں بھی سمجھ بوجھ آ گئی تھی۔ پھر ہم دوستوں والے رشتے آ گئے تھے۔ پھر انتظار ہوتا کب چھٹیاں ہوں اور ہم لوگ راولپنڈی پہنچیں۔ یہ دور بھی بڑا ہنگامہ خیز تھا۔

ان کی شادی میری تایا زاد بہن گل باجی سے ہو گئی۔ ہم نے ان کے ساتھ ممانی والا رشتہ بنا رکھا تھا۔ گلو باجی ہی کہا کرتے تھے۔ ہمارے ماموں ہم لوگوں کو دیکھتے اپنے بچوں سے کہا کرتے تھے کہ یہ تم لوگوں کی بھی بہنیں ہیں اور آپ لوگوں کی ماں کی بھی بہن ہیں۔ میرے ماموں دین دار، صوم وصلوۃ کے پابند، اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد سیالکوٹ شفٹ ہو گئے تھے۔ ان کی رہائش عسکری کالونی میں تھی۔ یہ دوران کی زندگی کا سب سے بہترین دور تھا۔ اپنے پوتے پوتیوں، نواسوں، نواسیوں سے عشق تھا۔ روزانہ اپنے پوتوں کو اپنے ساتھ مسجد لے کے جاتے۔ پارک میں گھماتے پھراتے پتہ نہیں کب ان کو قرآنی آیات اور سورتیں یاد کرواتے۔ پارک میں جہاں کھیل کود کرواتے (خود بھی Sportsman ہوا کرتے تھے) وہیں دینی مقابلے بھی کرواتے، پارک میں دوسرے بچے بھی شامل ہونے لگ گئے۔ جب نماز کے وقت اپنے پوتوں کو مسجد لے کے جاتے تو پارک کے دوسرے چھوٹے چھوٹے بچوں نے بھی جانے کی خواہش کی اس نیک کام کے لئے کون نہ کر سکتا تھا۔ سب بچوں کی ماؤں کو بتا کر ان کی اجازت سے اور نہایت ذمہ داری کے ساتھ لے جاتے اور واپسی میں سب بچوں کے گھروں میں گھنٹی بجا کے ان کی ماؤں کے سپرد کر کے اپنے پوتوں کے ساتھ گھر لوٹتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جمعہ کی نماز پڑھانے کا بھی شرف دیا ہوا تھا۔ (جب مولانا کسی مجبوری کے تحت پہنچ نہ پاتے)

جب ان کے انتقال کی خبر پہنچی تو دنیا کا کون سا کونا تھا جہاں سے لوگ نہیں پہنچے۔ جنازے کے وقت بڑی تعداد میں کالونی کے بچے اپنے سکول سے یونیفارم میں ہی اپنی ماؤں کے ساتھ روتے ہوئے پہنچے، دیکھنے والا نظارہ تھا جب یہ بچے رو رو کے کہہ رہے تھے کہ ہمارے پارک والے دادا جی فوت ہو گئے۔ ہمارے دادا جی فوت ہو گئے۔ ہمارے دادا جی فوت ہو گئے۔

صاجزادہ سید عبداللطیف شہید

سوال و جواب کی صورت میں

از: محترمہ جسارت نذر رب صاحبہ

سوال نمبر(۱): صاجزادہ عبداللطیف کہاں کے رہنے والے تھے؟

جواب: آپ افغانستان کے صوبہ پکتیا کے علاقہ خوست کے رہنے والے تھے۔

سوال نمبر(۲): آپ کے والد صاحب کا کیا نام تھا؟

جواب آپ کے والد صاحب کا نام سید محمد شریف تھا۔

سوال نمبر(۳): آپ کے گاؤں کا کیا نام ہے اور وہ کہاں واقع ہے؟

جواب آپ کے گاؤں کا نام سید گاہ ہے اور یہ دریائے شمل کے کنارہ پر آباد ہے۔

سوال نمبر(۴): آپ کس مشہور ولی اللہ کی نسل سے ہیں؟

جواب آپ حضرت سید علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش کی اولاد ہیں۔

سوال نمبر(۵): دنیاوی لحاظ سے آپ کا کیا مقام تھا؟

جواب آپ افغانستان کے صوبہ پکتیا کے رہنے والے تھے جہاں کئی گاؤں آپ کی ملکیت تھے۔ اس کے علاوہ ریاست کابل میں کئی لاکھ کی ان کی اپنی جاگیر تھی۔ زرعی اراضی کا رقبہ سولہ ہزار کنال تھا۔ اس میں باغات اور پن چکیاں تھیں۔ اس کے علاوہ ضلع بنوں میں بھی بہت سی زمین تھی۔ یعنی آپ ایک معمولی انسان نہ تھے۔

سوال نمبر(۶): دینی لحاظ سے آپ کا کیا مقام تھا؟

جواب طاقت علمی اس درجہ تک تھی کہ ریاست نے تمام مولویوں کا ان کو سردار مقرر کیا تھا۔ وہ سب سے زیادہ عالم، عالم قرآن و حدیث و فقہ سمجھے جاتے تھے۔ ریاست کابل میں پچاس ہزار کے قریب ان کے معتقد اور ارادتمند تھے۔ جن میں بعض ارکانِ ریاست بھی تھے۔ امیر کی دستار بندی کی رسم انہی کے ہاتھ سے ہوئی تھی۔

سوال نمبر(۷): ہندوستان میں کن مقامات پر آپ نے مروجہ تعلیم حاصل کی؟

جواب آپ نے امرتسر، لکھنو، دیوبند اور ضلع پشاور میں تعلیم حاصل کی۔ جہاں مجموعی طور پر آپ کا قیام کئی سال رہا۔

سوال نمبر(۸): آپ کن کن زبانوں پر عبور رکھتے تھے؟

جواب آپ فارسی، عربی، اردو اور پشتو بخوبی جانتے تھے۔

سوال نمبر(۹): بوقت شہادت آپ کی عمر کیا تھی؟

جواب بوقت شہادت آپ کی عمر 50 سال تھی۔

سوال نمبر(۱۰): امیر کابل کے نزدیک صاجزادہ صاحب کا کیا مقام تھا؟

جواب چونکہ آپ بڑے پاک وطن، اہل علم وفراست اور تقویٰ شعار تھے۔ اس لئے امیر ریاست کی تاج پوشی آپ ہی کے ہاتھ سے ہوتی۔ اسی بنا پر آپ کو تمام مولویوں کا سردار مقرر کیا گیا تھا۔

سوال نمبر(۱۱): حضرت مسیح موعود علیہ السلام صاجزادہ صاحب کے متعلق کیسی رائے رکھتے تھے؟

جواب آپ فرماتے ہیں تذکرۃ الشہادتین میں کہ ''یہ میرے بزرگ معمولی انسان نہیں تھے۔ وہ سب سے زیادہ عالم، عالمِ قرآن، حدیث و فقہ سمجھے جاتے تھے۔ نئے امیر کی دستار بندی کی رسم بھی انہی کے ہاتھ سے ہوئی۔ ریاست کابل میں پچاس ہزار کے قریب ان کے معتقد اور ارادتمند تھے۔ جن میں سے بعض ارکانِ ریاست بھی تھے۔ یہ شخص ایسا بےنفس تھا کہ باوجود ایک مجموعہ فضائل کا جامع تھا مگر تب بھی کسی حقیقتِ حقہ کے قبول کرنے میں اس کو اپنی علمی و عملی اور خاندانی وجاہت مانع نہیں ہوسکتی تھی''۔ اس کی ایمانی قوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اگر

میں اس کو ایک بڑے سے بڑے پہاڑ سے تشبیہ دوں تو میں ڈرتا ہوں کہ میری تشبیہ ناقص نہ ہو‘‘۔

سوال نمبر (۱۲): صاحبزادہ عبداللطیف کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کی کوشش کیونکر ہوئی؟

جواب صاحبزادہ صاحب ایک محقق انسان تھے آپ کہا کرتے تھے کہ یہ زمانہ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ اس وقت کوئی مصلح مبعوث ہو۔ اس لئے آپ اکثر امام مہدی کے زمانہ اور علامات کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’جب میرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا دلائل کے ساتھ دنیا میں شائع ہوا تو خوست علاقہ کابل میں میری کتابیں پہنچیں۔ جنہیں دیکھ کر ان کے دل پر ان دلائل کا قوی اثر ہوا اور ان کے پاک ضمیر نے مان لیا کہ یہ شخص مامور من اللہ ہے اور یہ دعویٰ صحیح ہے۔ تب انہوں نے میری کتابوں کو نہایت محبت سے دیکھنا شروع کیا اور ان کی روح جو نہایت صاف اور مستعد تھی میری جانب کھنچی گئی۔ یہاں تک کہ ان کے لئے بغیر ملاقات کے دور بیٹھے رہنا نہایت دشوار ہو گیا۔

سوال نمبر (۱۳): صاحبزادہ صاحب نے کن دلائل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شناخت کی؟

جواب آپ فرماتے ہیں: ’’سب سے پہلے قرآن ہے جس نے میری راہنمائی کی۔ کیونکہ اسلام ایک مردہ کی حالت میں تھا۔ اب وقت تھا کہ پردہ غیب سے کوئی مجدد دین پیدا ہو۔ انہی دنوں میں جب یہ آواز میری کانوں تک پہنچی کہ ایک شخص نے قادیان ملک پنجاب میں مسیح موعود علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو میں نے بڑی کوشش سے چند کتابیں آپ کی تالیف کردہ بہم پہنچائیں اور انصاف کی نظر سے ان پر غور کر کے پھر قرآن کریم پر ان کو عرض کیا تو قرآن شریف کو ان کے ہر ایک بیان کا مصداق پایا‘‘۔

سوال نمبر (۱۴): صاحبزادہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کے لئے کیسے قادیان پہنچے؟

جواب اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’ان کی روح جو نہایت صاف اور مستعد تھی میری طرف کھینچی گئی یہاں تک کہ ان کے لئے بغیر ملاقات کے دور بیٹھے رہنا نہایت دشوار ہو گیا۔ آخر اس زبردست کشش، محبت اور اخلاص کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اس غرض سے کہ ریاست کابل سے اجازت حاصل ہو جائے۔ حج کے لئے مصمم ارادہ کر لیا اور امیر کابل سے اس سفر کے لئے درخواست کی چونکہ امیر کابل کی نظر میں وہ ایک برگزیدہ عالم اور تمام علماء کے سردار سمجھے جاتے تھے۔ اس لئے نہ صرف ان کو اجازت ہوئی بلکہ امداد کے طور پر کچھ روپیہ بھی دیا گیا۔

سوال نمبر (۱۵): حضرت صاحبزادہ صاحب جب قادیان پہنچے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ان کی ملاقات ہوئی تو حضور کے ان کے متعلق فوری تاثرات کیا تھے؟

جواب آپ نے فرمایا: ’’قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ان کو اپنی پیروی میں اور اپنے دعویٰ کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوتا ہے ایسا ہی میں نے ان کو اپنی محبت سے بھرا ہوا پایا اور جیسا کہ ان کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی ان کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا‘‘۔

سوال نمبر (۱۶): حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت صاحب کی باتوں کو حج پر ترجیح کیوں دی؟

جواب چونکہ صاحبزادہ صاحب ایک محقق انسان تھے۔ صاحب علم و عمل تھے۔ علم کے پیاسے تھے۔ اسلام کی خستہ حالی کو دیکھ کر سمجھتے تھے۔ اس وقت خدا کی طرف سے کسی مصلح کی آمد کی ضرورت ہے۔ اس لئے ایسے علم کی تلاش میں تھے جس سے ایمان قویٰ ہو۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت کو غنیمت جانتے ہوئے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہی آئے تھے اور آپ کو یقین تھا کہ یہ محبت اور آسمانی روشنی دوبارہ نہیں ملے گی۔ اس لئے آپ نے قادیان کے قیام کو حج پر ترجیح دی۔

سوال نمبر (۱۷): حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت صاحبزادہ صاحب کے متعلق ایک صریح وحی ہوئی تھی جبکہ وہ ابھی قادیان میں ہی تھے۔ وہ وحی کیا تھی؟

جواب وہ وحی مولوی صاحب کے مارے جانے کے متعلق تھی۔ جس کے الفاظ

یہ تھے ترجمہ: ”ایسی حالت میں مارا گیا کہ اس کی بات کو کسی نے نہ سنا اور اس کا مارا جانا ایک ہیبت ناک امر تھا یعنی لوگوں کو بہت ہیبت ناک معلوم ہوا اور اس کا بڑا اثر دلوں پر ہوا“۔

سوال نمبر(۱۸): آپ ریاست کابل سے حج کے لئے اجازت لے کر نکلے تھے مگر قادیان میں ہی رہ کر واپس جانا پڑا۔ ملاؤں اور حاسدوں نے امیر کابل کو آپ کے خلاف کیوں بھڑکایا؟ جس سے نہ صرف آپ پہلے قید ہوئے اور پھر سنگسار بھی؟

جواب آپ ریاست سے نکلے تو حج کے ارادہ سے تھے مگر پہلے مسیح موعود علیہ السلام اور مہدی موعود کی ملاقات ضروری سمجھی۔ قادیان پہنچے۔ حضرت صاحب کی محبت اور علم وایمان کو حج پر ترجیح دی۔ مگر ملاؤں کے نزدیک یہ ملاقات تو ضیعِ اوقات تھی کیونکہ ان کے نزدیک مرزا صاحب ختم نبوت کے منکر تھے نیز جہاد بسیف کے بھی۔ یہ دونوں باتیں امیر کابل کو بھڑکانے کے لئے کافی تھیں۔ کیونکہ ملاؤں کا اس پر بڑا اثر تھا۔ لہٰذا امیر عبدالرحمٰن نے آپ کو دھوکے سے بلا کر کہا کہ اگر تم تمہارا مسیح سچا ہوا تو میں بھی اس کی بیعت کرلوں گا۔ تم بے خوف وخطر واپس کابل آجاؤ۔ اس اجازت پر آپ کابل پہنچے لیکن آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی سارا ماحول بدل چکا تھا۔ امیر کابل جو پہلے آپ کے زہد وتقویٰ اور پاک باطنی کے گرویدہ تھے فوراً بدل گئے اور آپ کو سخت قید میں ڈال دیا۔ گو حاسدوں کے کہنے پر قید تو کر دیا مگر دل سے چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ قادیانی کی اطاعت سے انکار کردے تا کہ اس کی جان بخشی ہو سکے۔ مگر صاحبزادہ صاحب کے استقلال نے اس کو پریشان کر دیا۔ اور آپ نے آخر وقت تک اس کی بات نہ مانی

”اگر چہ میں حج کرنے کے لئے روانہ ہوا تھا مگر مسیح موعود علیہ السلام کی مجھے زیارت ہوگئی اور چونکہ مسیح کے ملنے کے لئے اور اس کی اطاعت مقدم رکھنے کے لئے خدا اور رسول کا حکم ہے اس مجبوری سے قادیان ٹھہرنا پڑا اور میں نے اپنی طرف سے یہ کام نہ کیا بلکہ قرآن اور حدیث کی رو سے اسی امر کو ضروری سمجھا“

☆☆☆☆

وفات حسرت آیات

امریکہ

تمام احباب جماعت کو یہ پڑھ کر بہت دُکھ ہوگا کہ ہمارے نہایت ہی محترم چوہدری ریاض احمد صاحب (اسسٹنٹ سیکرٹری) کی اہلیہ محترمہ امریکہ میں انتقال فرما گئی ہیں۔

”بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے“

مرحومہ تنظیم خواتین احمدیہ کی نہایت ہی سرگرم رکن تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کارآمد عمر نصیب فرمائی الحمد اللہ۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

مانسہرہ (دیبگراں)

محترم صالح محمد صاحب 14 جولائی 2012ء بروز ہفتہ اس جہانی فانی سے کوچ کر گئے۔

”بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے“

محترم صالح محمد صاحب سالانہ تربیتی کورس میں شرکت کی غرض سے دارالسلام تشریف لائے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کے خاندان والوں کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

درس قرآن ۔ ۱۵

نصیر احمد فاروقی مرحوم و مغفور

(از: معارف القرآن)

ترجمہ: ''اے نسلِ انسانی اپنے رب کی فرمانبرداری کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم متقی بنو'' (البقرہ ۲:۲۱)

اس آیت میں قرآن حکیم کا پہلا حکم ہے اور اسی لئے میں نے ضروری سمجھا کہ میں اس پر درس دوں۔ پہلی بات تو یہ نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ یہ حکم تمام نسل انسانی کے نام ہے۔ ''اے نسل انسانی''۔ اس سے پہلے تمام مذاہب کسی قوم یا ملک کے لئے آئے تھے جیسے کہ بنی اسرائیل یا آریہ ورش کے لئے۔ بلکہ ان میں خدا کا تصور بھی قومی یا ملکی تھا جیسے بنی اسرائیل کا خدا یا ہندوؤں کے دیوتا جو صرف ہندوستان کے لئے دیوتا تھے۔ ہم سورۃ فاتحہ میں دیکھ آئے ہیں کہ اسلام کا خدا کسی خاص قوم یا ملک کا خدا نہیں بلکہ رب العالمین ہے یعنی تمام قوموں، ملکوں بلکہ تمام جہانوں کا رب اللہ ہے۔ آج سائنس نے بھی اقرار کیا ہے کہ تمام کائنات ایک ہے اور ایک ہی قوانین کے ماتحت کام کر رہی ہے۔ اس لئے اس کا خالق اور مالک یعنی حاکم ایک ہی ہے۔ اس آیت میں جو میں نے آج پڑھی ہے قرآن کریم کی مخاطب تمام نسل انسانی ہے۔ اسی طرح آگے رسول اللہ صلعم کا بھی تمام نسل انسانی کی طرف بھیجے جانے کا ذکر ہے۔ جب فرمایا کہ: ترجمہ: ''کہہ کہ اے نسلِ انسانی میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں'' (الاعراف ۷:۱۵۸)

یہ عالمگیر تصور بالکل انوکھی بات تھی اور اس لئے بعض غیر معترضین کا کہنا کہ رسول اللہ صلعم نے قرآن کے بارہ میں دوسری الہامی کتابوں کی نقل کی تھی بالکل غلط ہے۔ یہ عالمگیر تصور اس وقت جبکہ نسلِ انسانی دور دراز کے ملکوں اور قوموں میں بکھری پڑی تھی، بالکل نیا اور انوکھا تھا۔ بلکہ خود عرب جو فوری طور پر زیرِ تبلیغ تھے ان کے لئے بھی نیا اور نا قابل قبول تھا۔ اس زمانہ کے اہل عرب زیادہ خوش ہوتے اگر ان کا رسول صرف ان کے لئے ہوتا نہ کہ تمام قوموں کے لئے جن کو وہ حقارت سے اپنے سے کمتر سمجھتے تھے۔ آج جبکہ دنیا تیزی سے ایک ہو رہی ہے۔ ایسا تصور پیدا ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ ماحول کے اثر سے پیدا ہو گیا۔ مگر اس زمانہ میں یہ اعلیٰ تصور صرف وحی الٰہی سے ہی مل سکتا تھا۔ اور اس میں زبردست علم غیب تھا کہ قرآن کریم پر اور رسول اللہ صلعم کے جھنڈے کے نیچے بالآخر دنیا ایک ہو گی۔ انشاء اللہ القدیر۔

تو نسلِ انسانی کو سب سے پہلا حکم جو قرآن کریم نے دیا وہ ہے ''اے لوگو فرمانبرداری کرو اپنے رب کی جس نے تم کو پیدا کیا'' سورۃ فاتحہ میں ایاک نعبد کی تفسیر میں میں نے بتایا تھا کہ عبادت کے معنی ہیں عاجزی سے فرمانبرداری کرنے کے، نماز کے لئے قرآن حکیم میں لفظ صلوٰۃ آتا ہے۔ سورۃ طٰہٰ ۲۰ میں اس فرق کو نمایاں طور پر واضح فرمایا ہے جب فرمایا ''سو میری فرمانبرداری کر اور مجھے یاد رکھنے کے لئے نماز قائم کر'' (آیت ۱۴)

انسان غور کرے تو تمام کائنات اپنے خالق کی عاجزی سے فرمانبرداری کر رہی ہے۔ اور وہ یوں کہ اس کے بنائے ہوئے قوانین کی بالکل مطیع ہے اور اس کے حکم کی فرمانبردار ہے۔ یہاں تک کہ وہ جب چاہے ساری کائنات کو فنا کر دے۔ اس کا نظارہ کائنات میں بڑے عظیم الشان ستاروں کی جو ہماری زمین سے کروڑوں اربوں گنا بڑے اور زیادہ طاقتور تھے فوری ہلاکت اور خاتمہ میں نظر آتا ہے۔ دوسری طرف سورج جیسی مہیب طاقت جس کی سطح پر ہر منٹ میں کروڑوں اربوں ہائیڈروجن بموں کی طاقت اور توانائی کے دھماکے ہو رہے ہیں اور خوفناک آگ کے سر بفلک شعلے اٹھ رہے ہیں۔ وہ سورج جو ہماری زمین سے لاکھوں گنا بڑا ہے، ہماری زمین اور اس کے اندر جو مخلوق ہے اس کی خدمت کے لئے ایسا بندھا ہوا ہے

کہ مجال ہے کہ نکلنے میں ایک سیکنڈ دیر کرے یا اپنے مقررہ راستہ سے ایک انچ ادھر یا ادھر ہو۔ آج سائنس نے پتہ لگایا ہے کہ تمام کائنات جس کی وسعت اور عظمت اور طاقت کا اندازہ لگانا مشکل ہے ایک ہی مادہ سے بنی ہوئی ہے۔ اور ایک ہی قانون کے ماتحت اپنے بنانے والے کی مکمل اور عاجزی سے فرمانبرداری کر رہی ہے۔

یہ مضمون تو بہت بڑا ہے۔ اپنے اصلی مضمون کی طرف آتے ہوئے توجہ دلاؤں کہ خود انسان کے اندر جو اس کا مادی حصہ یعنی گوشت پوست اور اعضائے رئیسہ مثلاً دل، معدہ، جگر، پھیپھڑے وغیرہ کا ہے اور جو انسان اور حیوانوں میں مشترک ہے، وہ بھی بالکل اللہ تعالیٰ کے حکموں کی فرمانبرداری کر رہا ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قوانین کی فرمانبرداری کرتے ہوئے کوئی ڈاکٹر کچھ کر سکے، ورنہ انسان بے بس ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا حکم موت کا آتا ہے تو نہ کسی انسان کی چلتی ہے نہ ڈاکٹر کی، اور انسان کا جسم اپنی جان ہار دیتا ہے۔

حیوانوں میں دیکھ لیجئے کہ ان کے جسم بھی انہیں بنانے والے کے قانون کے سو فیصد فرمانبردار ہیں۔ اور جہاں تک حیوان کا اختیار ہے مثلاً کھانے پینے، چلنے پھرنے حیوانوں کے آپس کے تعلقات وغیرہ میں تو تمام حیوان فطرت (یا انگریزی میں Instinct) کے ماتحت جکڑے ہوئے ہیں۔ مجال ہے جو کوئی حیوان اپنی فطرت کے خلاف کچھ کر سکے۔ شیر کبھی گھاس نہیں کھائے گا اور بکری کبھی گوشت نہیں کھائے گی۔ حیوانوں کے تمام کام کاج اس فطرت کے کمپیوٹر کے ماتحت ہوتے ہیں جو خالق مطلق نے ہر حیوان کے اندر علیحدہ علیحدہ ہدایات یا احکام دے کر رکھ دیا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسان کو بھی اسی طرح جکڑ دیتا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا اور یہ انسان پر اس قدر احسان عظیم ہے کہ ہوشمند انسان کا ایک ایک سیکنڈ اپنے اس محسن اعظم کا شکر گذار ہو تو کم ہے۔ وجہ یہ کہ جہاں تمام کائنات اور اس کی بڑی سے بڑی طاقتیں خالقِ حقیقی کی فرمانبرداری میں جکڑ دی گئی ہیں انسان واحد مخلوق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار میں سے حصہ دیا ہے۔ اس کو انگریزی میں Freedom of Will کہتے ہیں یعنی آزادی کہ جو چاہے کرے۔ یہ اختیار تمام کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا کہ اللہ ہی ہے جو

یفعل ما یرید یا فعال لما یرید ہے جو چاہے کرتا ہے۔ اس پر کوئی روک ٹوک نہیں۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اسے اپنا خلیفہ زمین میں بنایا جیسا کہ قرآن حکیم کی اسی سورت کے اگلے رکوع میں مذکور ہے تو اسے بھی اختیار دیا کہ جو چاہے کرے۔ مگر جس طرح ہر شہنشاہ اگر اپنا خلیفہ یا گورنر جنرل یا وائسرائے مقرر کر کے اسے کچھ اختیارات دیتا ہے تو پھر اس پر اپنی نگاہ رکھتا ہے کہ وہ اپنے اختیارات کا کیسا استعمال کر رہا ہے۔ اور اگر ضرورت ہو تو شہنشاہ مداخلت کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ انسان کو کچھ اختیارات دے کر خود بے اختیار نہیں ہو گیا۔ بلکہ جب مناسب سمجھتا ہے تو اپنے اختیارِ کامل کو استعمال فرماتا ہے۔

انسان میں بھی فطرت حیوانوں کی طرح ہے۔ مگر اس کی رسی انسان کے گلے یا نتھنوں میں نہیں پڑی کہ وہ انسان کو بے اختیار کر دے۔ چنانچہ انسان جب چاہے اپنی فطرت کو دبا سکتا ہے یا اس کے خلاف جا سکتا ہے۔ مثلاً غصہ آئے تو انسان اسے دبا سکتا ہے بلکہ اس کے برعکس جس کے خلاف غصہ آیا ہو اسے معاف کر کے اپنا دل اس سے صاف کر سکتا ہے۔ بلکہ اس پر احسان کر سکتا ہے۔ اسی طرح حیوانیت کو دبانے کا طریق قرآن پاک نے سکھایا ہے۔ ترجمہ: ’’اور سخت غصہ کو دبا جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے، اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے‘‘۔ معمولی غصہ کو تو دبانا آسان ہوتا ہے مگر غیظ و غضب یعنی غصہ کے ہیجان کو دبانا بہت مشکل کام ہے۔ جس نے اسے دبا لیا اس نے اکثر جذبات پر قابو پا لیا۔ رسول اللہ صلعم نے کیا خوب فرمایا ہے ’’اصل پہلوان وہ ہے جو غضب کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھتا ہے‘‘۔ ایک دوسری حدیث شریف میں آیا ہے ’’جو شخص سخت غضب کو روک لے ایسی حالت میں کہ وہ اس کو نکالنے پر قدرت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے پیٹ کو امن اور ایمان سے بھر دے گا‘‘۔ پھر صرف غیظ و غضب کو دبا رکھنے کا ارشاد نہیں بلکہ لوگوں کو معاف کر دینے کا فرمایا۔ یہ اس سے بھی بڑھ کر مقام ہے کہ انسان کو سخت غصہ تو آیا مگر وہ اسے پی گیا اور دوسرے کو نہ صرف معاف کر دیا بلکہ اس پر احسان بھی کیا۔ رسول اللہ صلعم نے تین باتوں کی قسم کھائی ہے۔ ’’ایک تو یہ کہ صدقہ سے مال کم نہیں، دوسرے یہ کہ جو شخص دوسروں کو معاف کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو بڑھاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع یعنی عاجزی و انکساری کرے اللہ تعالیٰ اس کا رفع یعنی بلندی درجات کرتا ہے‘‘۔ اور یہ دراصل

انسان کو خدائی صفات سکھانا ہے۔اللہ تعالیٰ کی آنکھوں کے آگے ہر آن جو کچھ ہو رہا ہے اگر وہ اپنے غیظ و غضب کو دبانے والا اور لوگوں کو معاف کرنے والا نہ ہو جیسا کہ ویعفوا عن کثیر (الشوریٰ:۴۲:۳۰) تو یہ دنیا تو ایک دن بلکہ ایک منٹ میں ختم ہو جاتی بلکہ وہ کافروں ، دہریوں اور بدکاروں اور خدا تعالیٰ کی بے ادبی اور گستاخی کرنے والوں کو بھی نعمتیں دیتا چلا جاتا ہے۔ اگر انسان اپنا دِل خدا تعالیٰ کی طرح بڑا نہ کرے تو ایسے انسان کے دل میں خدا نہیں سما سکتا۔

آپ نے دیکھا کہ اگر انسان بھی حیوان کی طرح فطرت سے مجبور ہوتا تو وہ غصہ آنے پر فوراً انتقام لیتا۔اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ حیوانی سطح پر ہی ہیں۔اللہ تعالیٰ انسان کو اس سطح سے اٹھانا چاہتا ہے تا کہ انسان فطرت کے شکنجہ سے آزاد ہو کر ایک فطرتی جذبہ کو دبا سکے یا اس کے بالکل برخلاف جا سکے۔مگر کبھی فطرتی جذبہ کے استعمال کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔مثلاً غصہ نہ آئے تو انسان جنگ میں یا دوسرے موقعوں پر مثلاً چوروں، ڈاکوؤں اور قاتلوں کے خلاف بہادری یا اپنا دفاع نہ کر سکتا، یا انسان بالکل بے حیا اور دیوث بن جاتا کہ اس کی بیٹی، بہن یا بیوی پر کوئی بری نیت سے ہاتھ اٹھائے تو وہ سُور کی طرح بے حیائی اور دیوثی سے برا تو کیا ماننا ان کو اور ترغیب دیتا۔تو حیوانی جذبات کا صحیح استعمال کیا ہے یہ انسان جو ان جذبات سے مغلوب ہو جاتا ہے خود نہیں کر سکتا۔تو سوال پھر یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کو نیکی پہ کیوں نہ باندھ دیا تو جو چیز باندھ کر کرائی جائے وہ خوبی یا نیکی نہیں ہوتی۔نیکی تو تب بنتی ہے کہ انسان بدی کر سکتا تھا مگر اس نے اپنے آپ کو روک کر یعنی بدی کی تحریک جو شیطان کرتا ہے اسے دبا کر یا اس کے خلاف جا کر نیکی کی۔مثلاً سچائی تبھی خوبی یا نیکی ہے جب انسان جھوٹ بول سکتا تھا مگر پھر بھی اس نے سچ بولا۔ایمانداری تبھی خوبی یا نیکی کہلا سکتی ہے کہ انسان کو اختیار ہے کہ چاہے تو بے ایمانی کرے مگر پھر بھی باوجود پیسے کی ضرورت کے ایمانداری دکھائے۔الغرض اخلاقی خوبیاں تبھی پیدا ہوتی ہیں جب برائیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے انسان نیکیاں کرے۔اپنے اختیار سے نہ کہ مجبوری سے۔فرشتے جو نیکی پر بندھے ہوئے ہیں۔اور یفعلون ما یومرون (التحریم ۶۶:۶) یعنی جو اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے وہ فطرتاً اس کو کر گذرتے ہیں، اور اس کے خلاف ذرہ بھر کرنے کا اختیار نہیں رکھتے وہ ایک سی حالت پر رہتے ہیں، مگر انسان بدیوں کا مقابلہ کرتا اور اخلاقی و روحانی ترقیاں کرتا مسجود ملائک بن سکتا ہے۔تو انسان کو اختیار یعنی Freedom of will بخش کر اللہ تعالیٰ نے جہاں انسان کی از حد عزت افزائی فرمائی ہے کہ اپنے اختیار کامل میں سے اسے بھی حصہ دیا ہے وہاں انسان کے لئے یہ بھی ممکن کر دیا کہ وہ اس اختیار کا صحیح استعمال کر کے خدائی صفات اپنے اندر پیدا کر سکے۔جیسا کہ میں مثال دے کر بتا آیا ہوں کہ غصہ اور غضب کو دبا کر، لوگوں کو معاف کر کے بلکہ ان پر احسان کر کے انسان ایک خدائی صفت اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے۔جو صفت اللہ تعالیٰ کی ہر آن عمل پیرا ہے ورنہ دنیا کب کی ختم ہو چکی تھی۔اسی مقصد کو رسول اللہ صلعم نے یوں فرمایا ہے کہ تخلقو اباخلاق اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔یا قرآن نے فرمایا صبغة اللّٰه ومن احسن من اللّٰه صبغة (البقرہ ۲:۱۳۸) یعنی اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے۔ رنگ سے مراد صفات ہیں۔اس آیت کے اگلے الفاظ بتاتے ہیں کہ الٰہی صفات انسان میں کس طرح پیدا ہوتی ہیں۔ونحن له عبدون یعنی ہم اللہ کی عاجزی سے فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔اس کی تفسیر آگے آتی ہے۔

تو اب ہم آج کے درس کی آیت کے ابتدائی الفاظ کی طرف آتے ہیں کہ ''اے نسلِ انسانی اپنے رب کی عاجزی سے فرمانبرداری کرو''۔رب وہ ہے جو ادنیٰ حالت سے بتدریج اعلیٰ حالت کی طرف لے جائے۔فرمایا کہ اگر ہم تمہیں اپنی فرمانبرداری کے لئے کہتے ہیں تو اس میں ہمیں کچھ نہیں ملتا۔بلکہ سراسر تمہارا فائدہ ہے۔کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ادنیٰ یعنی حیوانی حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی دیتا لے جائے گا یہاں تک کہ تمہارے اندر اللہ کی صفات کا عکس آجائے گا۔ فرمانبرداری کے ساتھ عاجزی کا لفظ قابلِ غور ہے کہ وہی انسان تربیت یا ربوبیت سے پورا پورا فائدہ اٹھاتا ہے جو کہ اپنے ربوبیت کرنے والے کو اپنا محسن اور خیرخواہ سمجھ کر عاجزی سے اس کی فرمانبرداری کرتا ہے نہ کہ اعتراض کرتے ہوئے یا گستاخی کرتے ہوئے۔مثلاً جو بچے گستاخ یا بے ادب ہوتے ہیں وہ اپنے ماں باپ یا اپنے استاد کی تربیت سے پورا فائدہ نہیں اٹھاتے۔مگر جو ماں باپ کو یا استاد کو اپنا خیرخواہ اور محسن سمجھ کر ادب اور عاجزی سے ان کی فرمانبرداری کرتے ہیں وہی بچے ان کی تربیت سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون انسان کا محسن یا خیرخواہ ہو سکتا ہے؟

رپورٹ سالانہ تربیتی کورس

(یکم جولائی تا 15 جولائی2012)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امسال بھی گذشتہ سالوں کی طرح احمدیہ انجمن لاہور کا سالانہ تربیتی کورس یکم جولائی تا15 جولائی منعقد ہوا۔

اس کورس میں دور ونزدیک کے بہت سے طالب علموں نے شرکت کی اس کے علاوہ اس کورس کو بیرون ممالک سے آئے ہوئے مہمانوں نے بھی رونق بخشی۔

اس کورس میں ملک بھر سے طلبہ وطالبات نے شرکت کی جبکہ بچوں کے ساتھ آئے ہوئے والدین سر پرستوں نے بھی استفادہ حاصل کیا۔

اس کورس کو بچوں کی صلاحیت اور تعلیم اور عمر کو مدنظر رکھتے ہوئے تین سکولوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

سینئر سکول 15 سال سے زائد

مڈل سکول 11 تا15 سال

جونیئر سکول 11 سال تک

جونیئر سکول کے مزید دو سیشن بنائے گئے

جونیئر سکول A 5 سال تک

جونیئر سکول B 5 تا11 سال

اس تربیتی کورس کے انچارج محترم عادل افضل صاحب تھے جو کہ اس وقت احمدیہ انجمن لاہور میں اسسٹنٹ سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی ٹیم کے ساتھ مل کر اس تربیتی کورس کامیاب بنایا۔

اس کورس کا آغاز حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نصائح اور دعاؤں سے ہوا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے والدین کو نصیحت کی کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی طرف خود بھی توجہ دیں اور بچوں کو بھی۔ اور دین کو دنیا پر مقدم کریں۔

اس کورس کے ذریعے طالب علموں کو جن موضوعات سے روشناس کروایا گیا وہ یہ ہیں۔

''سیرت النبی، تقابل ادیان، سیرت مجدد اعظم، وفات مسیح ناصری، مجاہد کبیر، اسلام تصور جہاد، قتل مرتد، تصور دجال، مسیح موعودؑ پر اعتراضات، بیعت کی اہمیت، زکوۃ، اختلاف سلسلہ، حضرت صاحب کی شاعری، نسیم الدعوت، حضرت صاحب کی پیشگوئیاں، تصور خلافت، مسیح موعود کی پیشگوئیاں، مقام نسواں، کتب حضرت مسیح موعودؑ، ولایت مجددیت، مولانا محمد علی اور جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات، مجدد کی شناخت کے اصول، وعظ و نصیحت وغیرہ''

ادائیگی نماز میں باقاعدگی کا خاص اہتمام کیا گیا اور نماز کے سپیشل نمبر تحریری امتحان میں شامل کئے گئے۔

نماز فجر کے بعد ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام پڑھنے اور نماز مغرب کے بعد درس قرآن کا سلسلہ جاری رہا۔ جس میں طلبہ وطالبات کی حاضری (شرکت) لازمی ٹھہرائی گئی۔ بچوں اور نوجوانوں کے اعتماد اور ذہنی صلاحیت کو ابھارنے (نکھارنے) کے لئے تقریری اور کوئز مقابلوں کا اہتمام کیا گیا اور ان مقابلوں کے نمبر تحریری امتحان میں شامل کئے گئے۔ ان دونوں مقابلوں میں بچوں اور نوجوانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

بچوں، بچیوں اور نوجوانوں کی روحانی تربیت کے ساتھ جسمانی تربیت کا بھی خاص اہتمام کیا گیا۔ بچوں اور نوجوانوں کے لئے فٹ بال ٹورنامنٹ کروایا گیا اور بچیوں کے لئے بیڈمنٹن کا انتظام کیا گیا۔
نتائج اس طرح رہے:

فٹ بال

فٹ بال ٹورنامنٹ میں چار ٹیموں نے حصہ لیا۔

پوزیشن	ٹیم	قیادت
اوّل	D	طیب اسلام
دوم	A	آفتاب احمد
سوم	B	صاحبزادہ وقاص
چہارم	C	عبدالماجد مبارک

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود بچوں کی حوصلہ افزائی کے لئے گراؤنڈ میں تشریف لاتے رہے۔

بچوں کی تفریح کے لئے دارالسلام کالونی میں یوتھ ڈے کا انعقاد کیا گیا جس میں بچوں، نوجوانوں اور تمام عمر کے افراد نے حصہ لیا۔ جس میں رسہ کشی، سپون ریس اور دیگر مختلف کھیلوں کے مقابلے کروائے گئے۔ جس سے ہر عمر کے افراد لطف اندوز ہوئے اور اس پروگرام کے کامیاب انعقاد پر منتظم ہارون جاوید صاحب اور ان کی ٹیم کو دادِ تحسین پیش کی۔

کورس کے اختتام سے قبل تحریری امتحان لیا گیا۔ اور اس کورس میں اوّل پوزیشن حاصل کرنے والی طالبہ خدیجہ احمد کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ عبداللطیف شہید شیلڈ اور صالحہ ظہور احمد کیش پرائز سے نوازا۔ جبکہ ڈاکٹر آصف حمید گولڈ میڈل سالانہ دعائیہ پر دیا جائے گا۔

مورخہ 15 جولائی 2011ء کو تربیتی کورس کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی اس تقریب میں جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن عامر عزیز صاحب نے کورس کے کامیاب انعقاد پر تمام شرکاء اور منتظمین کی کوششوں کو سراہتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والوں کو شیلڈز، کیش پرائز سے نوازا۔ آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے تمام شرکاء کو دعاؤں سے رخصت کیا۔

سالانہ تربیتی کورس 2012 کے مختلف مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء و طالبات کا نام درج ذیل ہیں۔

تقریری مقابلہ

سینئر سکول

اول: خدیجہ احمد

دوم: منصور احمد

سوئم: صندل آفتاب

مڈل سکول

اول: حارثہ عزیز

دوم: ثناء احمد

سوئم: عالیہ ابرار

جونیئر سکول۔ A

اول: احسن احمد + مجاہد احمد

دوم: عبیر حسین

سوئم: عماد عمران

جونیئر سکول۔ B

اول: سلینہ عزیز

دوم: عظمت خالد

سوئم مظفر احمد

کوئز مقابلہ:

سینئر سکول

اول: خدیجہ احمد

دوم: صندل آفتاب

سوئم: منصور احمد

مڈل سکول

اول: حارثہ عزیز

دوم: تہمینہ منصور

سوئم: فہد احمد

جونیئر سکول۔ A

اول: عبداللہ عثمان

دوم: مجاہد احمد

سوئم: عبدالصبور

جونیئر سکول۔ B

اول: مظفر احمد

دوم: محمد علی

سوئم: عظمت خالد

تحریری امتحان

سینئر سکول

اول: خدیجہ احمد

دوم: منصور احمد

سوئم: صندل آفتاب

مڈل سکول

اول: زینب احمد

دوم: مبشرہ خالد

سوئم: فہد احمد

جونیئر سکول۔ A

اول: عماد عمران

دوم: احسن احمد + محمد علی ریاض

سوئم: مجاہد احمد + عبداللہ عثمان

جونیئر سکول۔B

اول: مظفر احمد

دوم: محمد علی

سوئم: عظمت

☆☆☆☆

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور

بزمِ اطفال

کام کرنے کی برکت

پیغمبر اسلامؐ کے پاس ایک غریب آدمی جا کر عرض کی ''میرا ہاتھ بہت تنگ ہے۔ کوئی ایسی تجویز بتا دیجئیے کہ یہ تنگی جاتی رہے۔ آپؐ نے پوچھا'' کچھ تمہارے پاس ہے بھی؟ اس نے کہا! صرف ایک دری اور ایک لکڑی کا پیالہ'' فرمایا دونوں چیزیں لے آؤ''۔

غریب اسی وقت دری اور پیالہ لے آیا جنہیں آپ نے وہیں بیٹھے بیٹھے کسی کے ہاتھ آٹھ آنے میں بیچ دیا اور اسے دام دے کر فرمایا ''اس میں سے چار آنے کی تم ایک کلہاڑی لے آؤ اور چار آنے کا آٹا آج کے لئے گھر میں دے آؤ۔ تھوڑی دیر میں جب وہ آٹا گھر پہنچا کر اور کلہاڑی لے کر آپؐ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اس میں لکڑی کا دستہ لگا دیا اور فرمایا'' جاؤ ہر روز جنگل میں جا کر اس سے لکڑیاں کاٹ لایا کرو۔ اور انہیں بیچ کر گھر کا خرچ چلایا کرو۔ پندرہ دن بعد پھر آنا اور ہمیں اپنے حال سنا جانا''۔ غریب نے پندرھویں دن آ کر عرض کی '' گھر کا خرچ چلا کر اس وقت میرے پاس دو روپے موجود ہیں''۔

آپؐ بہت خوش ہوئے اور وہ شخص تھوڑے عرصے میں خوش حال ہو گیا۔

☆☆☆☆

کوئز برائے اطفال الاحمدیہ

سوال نمبر 1: حضرت مرزا صاحب نے اپنی شاعری کس مقصد کے لئے کی؟

(۱): شاعری کا شوق تھا (۲): اس زمانے میں شاعری کا رواج تھا (۳): کچھ لوگ شاعری کے ذریعے حق کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

سوال نمبر 2: رسول اللہ صلعم کی مکی زندگی کن صفات کی حامل ہے؟

(۱): جمالی (۲): جلالی (۳): جمالی اور جلالی

سوال نمبر 3: رسول اللہ صلعم پہلی وحی کس مہینے میں نازل ہوئی ؟

(۱): شبان (۲): رمضان (۳): ذی الحج

سوال نمبر 4: جب کسی کا شکریہ ادا کرنا ہو تو کیا کہتے ہیں؟

(۱): ماشاءاللہ (۲): جزاک اللہ (۳): سبحان اللہ

سوال نمبر 5: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے پہلی کتاب کا نام بتائیں؟

(۱): حقیقت الوحی (۲): آئینہ کمالات اسلام (۳): براہین احمدیہ

گذشتہ ماہ کے درست جواب دینے والوں کے نام

(۱): عزیز احمد، پشاور (۲): عباد احمد، پشاور (۳): راحیل احمد خلیل، پشاور (۴): فرخندہ علی، پشاور (۵): مبارک احمد، ملتان (۶): شاہنواز ملک، راولپنڈی

جواب ارسال کرنے کا طریقہ

تمام بچے اپنے جوابات اس پتہ پر ارسال کریں: دفتر شبان الاحمدیہ مرکزیہ ۵ عثمان بلاک دارالسلام کالونی نیو گارڈن ٹاؤن لاہور۔

نیز جوابات sms کے ذریعے بھی بھیجے جا سکتے ہیں۔ جس کا طریقہ کار درج ذیل ہے: ☆اپنا نام اور شہر کا نام ☆سوال کا نمبر اور آگے جواب

☆شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے نمبر 0313-4433515 پر بھیجیں

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام۔ ۵۔ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از: اعظم علوی

الف سے پڑھ اللہ جو سب کا ہے پروردگار
ب سے بسم اللہ شروع کر اس سے اپنے کاروبار

ت سے کر توحید کا چرچا یہی ایمان ہے
ث سے رہ ثابت قدم دین کا خدمت گذار

ج سے جنت ملے گی اہلِ ایماں کو مگر
خ سے خدمت دیں کی کراتنی کہ خوش ہو کردگار

د سے تو پڑھ درود اس سید کونینؐ کا
ذ سے ذکرِ خدا کر بے شمار و بے شمار

ر سے رہ رحمان کی رحمت کا طالب ہر گھڑی
ز سے تو زاہد سدا رہ عابد و پرہیزگار

س سے سنتِ رسولؐ دو جہاں پر کر عمل
ش سے شکرِ خدا کر عاقبت کو بھی سنوار

ص سے ہو صبرانعمت علیھم کی طرح
ض سے ضالین میں ہرگز نہ ہو تیرا شمار

ط سے ہو کر کلمہ طیب پر ایمان و یقیں
ظ سے ظلم و تعدی ہو نہ شیوہ و شعار

ع سے تو کر عبادت خالقِ کونین کی
غ سے غفلت نہ کھا اس کام میں تو زینہار

ف سے تو فضلِ خدا کی جستجو کر ہر جگہ
ق سے قرآن کے فرمان پر رکھ اپنا مدار

ک سے رکھ کبریا کی ذات پر علم و یقیں
گ سے لازم ہے گردن کو جھکا رب کریم کے در پر

ل سے لیلتہ القدر کا ملا اعلیٰ مقام
م سے پیارے محمدؐ پر ہوا جو آشکار

ن سے نصر من اللہ کی نوید جاں فزا
و سے ہے وحدہ، جو لاشریک ہے

ہ ہے ایسا حرف ابتداء میں جو کبھی آتا نہیں
ی سے رہ یادِ خدا میں محو لیل و نہار

پہلا عشرہ رحمت

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ

اے میرے رب مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے

ایام	رمضان المبارک	جولائی 2012	سحر (گھنٹہ منٹ)	افطار (گھنٹہ منٹ)
ہفتہ	01	21	3:36	7:07
اتوار	02	22	3:37	7:06
پیر	03	23	3:37	7:06
منگل	04	24	3:38	7:05
بدھ	05	25	3:39	7:05
جمعرات	06	26	3:40	7:04
جمعہ	07	27	3:41	7:03
ہفتہ	08	28	3:42	7:02
اتوار	09	29	3:43	7:02
پیر	10	30	3:44	7:01

دوسرا عشرہ مغفرت

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

میں اللہ سے تمام گناہوں کی بخشش مانگتا/مانگتی ہوں جو میرا رب ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا/کرتی ہوں

ایام	رمضان المبارک	جولائی / اگست 2012	سحر (گھنٹہ منٹ)	افطار (گھنٹہ منٹ)
منگل	11	31	3:45	7:00
بدھ	12	01	3:46	7:00
جمعرات	13	02	3:47	6:59
جمعہ	14	03	3:47	6:58
ہفتہ	15	04	3:48	6:57
اتوار	16	05	3:49	6:56
پیر	17	06	3:50	6:55
منگل	18	07	3:51	6:54
بدھ	19	08	3:52	6:53
جمعرات	20	09	3:53	6:52

تیسرا عشرہ نجات

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا

اے اللہ بے شک تو معاف کرنے والا ہے معاف کرنے والے کو پسند کرتا ہے پس ہمیں معاف فرما دے

ایام	رمضان المبارک	اگست 2012	سحر (گھنٹہ منٹ)	افطار (گھنٹہ منٹ)
جمعہ	21	10	3:54	6:51
ہفتہ	22	11	3:55	6:50
اتوار	23	12	3:56	6:49
پیر	24	13	3:57	6:48
منگل	25	14	3:58	6:47
بدھ	26	15	3:58	6:47
جمعرات	27	16	3:59	6:46
جمعہ	28	17	4:00	6:45
ہفتہ	29	18	4:01	6:44
اتوار	30	19	4:02	6:43

روزہ رکھنے کی دعا

وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

میں نے رمضان کے اس روزے کی نیت کی

روزہ افطار کرنے کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّی لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْکَ تَوَكَّلْتُ وَ عَلٰى رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ

اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا، تجھ پر ایمان لایا، تجھ پر بھروسہ کیا اور تیرے دیئے ہوئے رزق سے افطار کیا